PDFBOOKSFREE.PK
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پیارے دوستو ۔

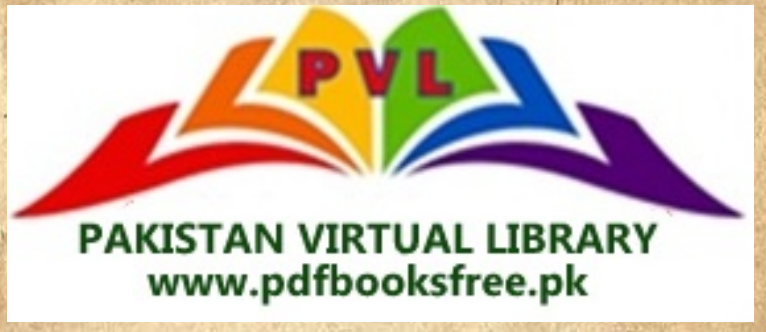

عنبر پُراسرار قلعے کے تہ خانے میں مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ ناگ، سانپ بن کر اُس کی مدد کو آیا۔ اُس نے نقاب پوش جادوگر پر حملہ کر دیا، لیکن ناگ کی بدقسمتی سے نقاب پوش کی تلوار نے ناگ کے دو ٹکڑے کر دیے۔ عنبر کسی طرح ناگ کی لاش لے کر پُراسرار قلعے سے فرار ہوگیا۔ ثمارہ اس کے ساتھ تھی۔ ایک کشتی میں بیٹھ کر وہ سمندر میں نکل کھڑے ہوئے۔ کئی مہموں اور مشکلوں سے مقابلہ کرنے کے بعد عنبر اپنے دوست اور پُرانے ساتھی ناگ کی لاش کے ٹکڑے لے کر ہمالیہ کے پہاڑوں میں واقع ناگ مندر کی طرف روانہ ہوگیا۔ کیونکہ ناگ کی لاش کو اب ناگ مندر کے مقدس تالاب کا پانی ہی پھر سے زندہ کر سکتا تھا۔ ہمالیہ کے پہاڑوں تک ایک خطروں سے بھرا ہوا لمبا اور ڈراؤنا سفر سامنے ہے۔ عنبر چلا جا رہا ہے۔

دوسری طرف ماریا بھی ان ہی جنگلوں میں سفر کر رہی ہے۔ اُسے ایک سادھو ملتا ہے جو اسے دیکھ لیتا ہے۔ ماریا ایک دلچسپ مصیبت میں پھنس جاتی ہے۔

اس کے بعد کیا ہوا؟ یہ آپ خود پڑھیے۔

سکرپٹ، پروڈکشن، انچارج
جلال انور

قیمت پانچ روپے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

بار اوّل : ستمبر ۱۹۸۰ء
تعداد : دو ہزار

ناشر : مکتبہ اشتراک ۱۰ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
[illegible]

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

# ترتیب


- ناگ کا قتل
- خونی ڈاکو
- جہاز جل اُٹھا
- کالا جادوگر، چڑیل عورت
- اندھا کنواں




# ناگ کا قتل

سانپ نے کہا :

"اے سانپوں کے دیوتا عظیم ناگ ! یہ لوگ سمندری جادوگر ہیں۔ ان کی سمندر کے نیچے حکومت تھی — سمندر میں لاوا پھٹ پڑنے سے ان کا ملک غرق ہوگیا — انہوں نے اوپر آکر اس محل میں حکومت بنالی — یہ لوگ اپنا جادو کا جہاز لے کر سمندر میں نکل جاتے ہیں اور انسانوں کو پکڑ کر یہاں لاتے ہیں اور ان کی گردن کاٹ کر خون پر منتر پڑھ کر پی جاتے ہیں — اس طرح سے ان کا خیال ہے کہ یہ کبھی دوبارا لاوے سے غرق نہ ہوسکیں گے۔"

ناگ نے پوچھا :

"یہ کہاں سے جادو حاصل کرتے ہیں ؟"

سانپ کہنے لگا :

"ان کا جادوگر بادشاہ کے نقاب کے اندر اپنے گلے میں ایک تعویذ چھپائے ہوئے ہے — سارا جادو اسی تعویذ میں ہے۔ اگر یہ تعویذ سمندر میں پھینک دیا جائے تو ان کا سارا جادو ختم ہو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جائے گا۔"

ناگ نے کہا:

"اب تم جا سکتے ہو۔"

سانپ نے جھک کر سلام کیا اور غائب ہو گیا۔ ناگ نے عنبر سے کہا:

"سب سے پہلے ہمیں عمارہ کو اپنی حفاظت میں لینا چاہیے۔ تاکہ جب ہم حملہ کریں کہ یہ نقاب پوش جادوگر اُسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں۔"

عنبر بولا:

"عمارہ اس محل کے اُوپر والی بارہ دری میں تابوت کے اندر بند ہے۔ آؤ میرے ساتھ ہم اوپر جاتے ہیں۔"

"چلو۔" پھر کچھ سوچ کر ناگ نے کہا:

"مگر ٹھہرو، میرا خیال ہے، مجھے انسان کی شکل میں نہیں جانا چاہیے۔ میں سانپ بن کر تمہارے ساتھ جاتا ہوں۔"

ناگ سانپ بن گیا۔ چھوٹا سا سانولی رنگ کا سبز آنکھوں والا بڑا زہریلا سانپ۔ عنبر نے ناگ کو اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔ ناگ نے اُسے سمجھا دیا تھا کہ اگر خطرہ ہو تو وہ اسے کسی طرح زمین پر چھوڑ دے۔ عنبر تہہ خانے سے نکل کر محل کے اُوپر جانے والی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ سب سے اُوپر والی سیڑھی پر ایک نقاب پوش پہرہ دے رہا تھا۔ ناگ نے عنبر کی جیب میں سے سر نکال کر کہا:

"عنبر، تم اسی جگہ ٹھہرو۔ میں اس پہرے دار کو راستے سے ہٹاتا ہوں۔"

ناگ سانپ کی شکل میں عنبر کی جیب سے نکل کر سیڑھی کی دیوار پر رینگتا اور دروازے کے پاس چلا گیا۔ نقاب پوش پہرے دار کے ہاتھ میں تلوار تھی اور ٹہل ٹہل کر پہرہ دے رہا تھا۔ کیونکہ سامنے وہ بارہ دری تھی، جس کے اندر عمارہ کا تابوت رکھا تھا۔

نقاب پوش پہرے دار نے سانپ کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ پہرہ دے رہا تھا۔ رات کا آخری پہر آسمان پر ستاروں کی چمک پھیکی پڑ رہی تھی، کیونکہ صبح ہونے والی تھی۔

سانپ آخری سیڑھی پر سے رینگ کر سامنے والی دیوار کی طرف جانے لگا تو نقاب پوش کی نظر اُس پر پڑ گئی۔ اُس نے بجلی ایسی تیزی کے ساتھ جھک کر سانپ پر تلوار پھینک دی۔ ناگ کا خیال کیا بلکہ اُسے یقین تھا کہ وہ سامنے والی دیوار پر پہنچ جائے گا۔ اس دیوار سے وہ پہرے دار پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ مگر ایسا نہ ہو سکا۔ ایک ہزار سال کے بعد ناگ پر ایسی آفت دوسری دفعہ آن پڑی تھی۔ تلوار سیدھی ناگ کے جسم پر آ کر پڑی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



اور سانپ کے جسم کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

ناگ کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا — پھر اسے کچھ ہوش نہ رہا۔

یہ ناگ کی زندگی کا سب سے بڑا حادثہ تھا جو دوسری بار ہوا تھا — ہمارے پڑھنے والے دوستوں نے اگر ناگ عنبر کی پہلی قسطیں پڑھی ہیں تو انہیں معلوم ہوگا کہ ایک بار پہلے بھی ناگ کے جسم کے ٹکڑے ہو گئے تھے اور پھر اُسے ہمالیہ پہاڑ کے اوپر جھیل مانسرور کے ناگ مندر کے تالاب میں لے جا کر چھ مہینے تک ڈبو کر رکھا گیا تھا اور ناگ دیوتا نے خود آ کر ناگ کے جسم کو پھر سے جوڑ دیا تھا —

اب ایک ہزار سال کے بعد ناگ پر پھر وہی مصیبت نازل ہو گئی تھی اور بالکل اتفاق سے ایسا ہو گیا تھا۔ ناگ نے بے ہوش ہوتے ہوتے ایک عقل مندی کی بات کی کہ جب اُس کے جسم پر تلوار پڑی اور جسم دو ٹکڑے ہو گیا تو اس نے بے ہوش ہوتے ہوتے بھی اپنے آپ کو سیڑھیوں میں لڑھکا دیا تاکہ وہ واپس سیدھا عنبر کے پاس پہنچ جائے، کیونکہ خطرہ تھا کہ نقاب پوش پہرے دار اُس کے جسم کا تلوار مار مار کر قیمہ نہ بنا دے۔

ایسی حالت میں ناگ کا پھر سے زندہ ہونا بڑا مشکل تھا۔

عنبر سیڑھیوں میں دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا اوپر پہرے دار کو



دیکھ رہا تھا اور وہ گر کر مر جائے گا — لیکن عنبر نے دیکھا کہ نقاب پوش پہرے دار نے زور سے تلوار پھینکی ہے۔

اس کے ساتھ ہی پہرے دار کی بجائے سانپ کے دو ٹکڑے لڑھکتے ہوئے اس کے قدموں میں آن گرے — عنبر کی تو جان ہی نکل گئی —

یہ ناگ کے جسم کے ٹکڑے تھے — یہ کیا ہو گیا؟ کیسے ہو گیا؟ عنبر کا دماغ چکر کھانے لگا — اُس نے حوصلے سے کام لیتے ہوئے اپنے آپ کو سنبھالا اور جلدی سے ناگ کے جسم کے دونوں ٹکڑے جو سانپ کی شکل میں تھے، اٹھا کر رومال میں لپیٹ کر جیب میں رکھ لیے اور اُوپر چڑھنے لگا۔

اب وہ نقاب پوش پہرے دار سے سب سے پہلے تو اپنے پیارے دوست اور بھائی ناگ کے قتل کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ وہ اوپر محل کی چھت پر آ گیا — پہرے دار نقاب پوش نے عنبر کو اپنے سامنے دیکھا تو تلوار اٹھا کر اُس پر حملہ کر دیا۔ یہ بھی اچھا ہوا کہ اُس نے چیخ نہیں ماردی تھی؛ ورنہ سارے نقاب پوش ہوشیار ہو جاتے اور پھر عمارہ کو وہاں سے لے جانا مشکل ہو جاتا اور اُس کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی تھی — عنبر نے بڑے آرام سے نقاب پوش پہرے دار کے ہاتھ سے تلوار چھین کر اسے اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑ لیا — نقاب پوش نے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



خنجر نکال لیا اور لپک کر عنبر کے سینے میں گھونپ دیا۔ عنبر نے خنجر بھی چھین کر محل سے نیچے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں پھینک دیا۔

عنبر نے نقاب پوش پہرے دار کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ کیونکہ اب خطرہ تھا کہ وہ چیخ مار کر اپنے ساتھیوں کو مدد کے لیے بُلا لیتا۔ نقاب پوش نے عنبر کی گردن کو دبوچ کر دبانا شروع کر دیا۔ عنبر کو بھلا کیا ہو سکتا تھا۔ یہ تو ایسی ہی بات تھی کہ کوئی آدمی پتھر کے ستون کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر دبانا شروع کر دے۔

عنبر نے نقاب پوش کو نیچے گرا کر اُس کی گردن پر پاؤں رکھ دیا۔ اب وہ آواز نہیں نکال سکتا تھا۔ عنبر نے اس کا نقاب اُتار دیا۔ وہ کانپ گیا، اس کی ناک غائب تھی۔ ناک کی جگہ ایک چھوٹا سا سوراخ تھا۔ آنکھوں میں گہرے گڑھے تھے۔ ان گڑھوں میں دو چھوٹے سے ڈیلے حرکت کر رہے تھے۔ عنبر نے پہرے دار کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا تاکہ آواز پیدا نہ ہو۔ پھر اُس نے خنجر سے پہرے دار کی دونوں آنکھیں نکال کر باہر پھینک دیں۔ اس کے بعد عنبر نے نقاب پوش کی شہ رگ کاٹ ڈالی۔ اس کے جسم سے خون کی جگہ نیلا پانی باہر نکلنے لگا۔ اُسے سانپ کی بات یاد آگئی کہ یہ سمندری مخلوق تھی۔ شاید اسی لیے



ان کی رگوں میں سمندر کا پانی گردش کر رہا تھا۔

نقاب پوش پہرے دار کی جان نکل رہی تھی۔

عنبر کا جوشِ انتقام اب بھی ٹھنڈا نہ ہوا تھا۔ اس نے پہرے دار کی لاش کو اٹھا کر محل پر سے نیچے سمندری چٹانوں میں پھینک دی۔ نوکیلی چٹانوں پر گرتے ہی لاش کے ٹکڑے اُڑ گئے اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر سمندر میں گر پڑی۔

عنبر کا غصّہ کچھ ٹھنڈا ہوا تھا۔ اُس کے بہترین دوست اور ہزاروں سال کے ساتھی ناگ کی لاش، سانپ کی شکل میں اُس کے جسم کے دو ٹکڑے اُس کی جیب میں پڑے تھے۔ سامنے بارہ دری میں عمارہ کا تابوت تھا۔ عنبر نے آگے بڑھ کر تابوت کو کھولا۔ اس کے اندر عمارہ بے ہوش پڑی تھی۔ عنبر نے عمارہ کے بے ہوش جسم کو اُٹھا کر کندھے پر ڈالا اور سیڑھیاں اُتر کر محل کی پہلی منزل میں آگیا۔ یہاں خاموشی تھی۔ رات کا پچھلا پہر ہونے کی وجہ سے شاید نقاب پوش بڑے آرام سے میٹھی نیند سو رہے تھے۔

عنبر کے لیے یہ اچھا موقع تھا۔ ویسے بھی عنبر سخت علیل کی حالت میں تھا۔ اُس نے فیصلہ کر رکھا تھا کہ جو کوئی سامنے آیا وہ اُسے اُڑا کر رکھ دے گا۔ چاہے عمارہ اور ناگ کی زندگیاں ہی ہمیشہ کے لیے خطرے میں کیوں نہ پڑ جائیں۔ خدا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



کا شکر تھا کہ اُسے محل کی ڈیوڑھی تک کوئی نہ ملا ؛ ورنہ یہ بات ناگ اور عمارہ کے لیے سخت خطرناک ہو سکتی تھی۔ ڈیوڑھی میں ایک لیمپ جل رہا تھا۔

اس کی روشنی میں عنبر نے ایک نقاب پوش کو دیکھا جو چھوٹے سے تخت کے پاس کھڑا ہاتھ میں لمبا نیزہ پکڑے پہرہ دے رہا تھا۔ عنبر نے بے ہوش عمارہ کو دیوار کے ساتھ زمین پر اندھیرے میں لٹا دیا اور خود دیوار کے سائے میں آگے بڑھا۔ نقاب پوش سپاہی کو آہٹ سی محسوس ہوئی۔

اُس نے نیزہ سیدھا کر دیا اور پوچھا :

"کون ہے ؟"

عنبر نے اسی زبان میں کہا :

"تمہارا باپ۔"

اصل میں عنبر سخت غضب ناک ہو چکا تھا۔ ناگ کے قتل ہو جانے سے اُسے اس قدر دُکھ ہوا تھا کہ وہ کسی کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ نقاب پوش نے جب یہ لفظ سُنے تو نیزہ لہراتا اُسے حملہ کرنے کے انداز میں جُھکاتا آگے بڑھا۔ عنبر اندھیرے سے باہر نکل آیا۔ اُس نے کہا :

"آؤ میرے شکار، میں تمہاری گردن توڑ کر اس کا گیند بناؤں گا۔"



پہرے دار نے چلّا کر کہا :

"کون ہو تم بدبخت، موت کو خود آوازیں دے رہے ہو"

عنبر نے کہا :

"میں خود موت ہوں تمہاری، مر جاؤ۔"

اور عنبر نے چھلانگ لگا کر نقاب پوش سپاہی کی کمر کے گرد دونوں ہاتھ ڈال کر اُسے اتنے زور سے جھٹکا دیا کہ اس کی کمر کی ہڈی کڑکڑ کر کے چھ سات جگہوں سے ٹوٹ گئی اور وہ عنبر کے بازوؤں میں یوں جھولنے لگا جیسے کھونٹی سے گری ہوئی اچکن ہو۔

عنبر نے اسے زمین پر لٹا دیا اور اُسی کا نیزہ اچھال کر اس کے سینے میں گاڑ دیا۔

پھر وہ عمارہ کو اٹھا کر محل کی ڈیوڑھی سے باہر نکل آیا۔ باہر سمندر اس کے سامنے کافی نیچے ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ دن کا ہلکا ہلکا اُجالا پھیل رہا تھا۔ بادبانی جہاز وہاں سے خدا جانے کہاں غائب ہو چکا تھا۔

عنبر نے پہاڑی سے اُترنا شروع کیا۔ چکر کھاتی گول سڑک پر سے ہو کر وہ سمندر کے کنارے چٹانوں کے پاس آیا تو اُسے ایک کشتی دکھائی دی، جسے ریت پر کھینچ کر ایک پتھر سے باندھ دیا گیا تھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



عنبر نے عمارہ کو کشتی میں لٹا دیا اور رسی کو ہاتھ سے ایک ہی جھٹکے سے توڑ ڈالا — کشتی گھسیٹ کر اُس نے سمندر میں ڈالی اور چپو چلانے لگا —

پہاڑ کے ارد گرد سمندر میں بڑی بڑی لہریں اُٹھ رہی تھیں، مگر سمندر آگے جا کر پُرسکون ہو گیا تھا — عنبر کشتی کو چلائے جا رہا تھا — اس کے تھکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا — کچھ دُور تک اُسے پہاڑی کے اُوپر محل کا سنہری گنبد دکھائی دیتا رہا۔ پھر وہ پہاڑی سمیت نظروں سے اوجھل ہو گیا — عنبر کی کشتی اب کھلے سمندر میں تھی —

وہ سورج کے حساب سے مغرب کی طرف کشتی چلا رہا تھا۔ کیونکہ اندلس کا ملک وہاں سے مغرب کی طرف ہی تھا۔ اُس کے سامنے اب دو سب سے اہم کام تھے — ایک تو عمارہ کو اندلس میں اس کے ماں باپ کے پاس پہنچانا تھا اور دوسرا جو سب سے بڑا کام تھا اور جس کے بارے میں عنبر بہت زیادہ پریشان تھا — وہ ناگ کو لے کر ہمالیہ کی چوٹی پر جھیل مانسرور پر جانے کا تھا — جہاں ناگ کو صندل کی لکڑی کی صندوقچی میں بند کر کے جھیل مانسرور کے عظیم الشان ناگ مندر کے تالاب میں چھ مہینے بند رکھنا تھا —

عنبر نے عمارہ کو ہوش میں لانے کی کوشش کی — اس کے



منہ پر پانی کے بار بار چھینٹے مارے — آخر وہ ہوش میں آ گئی — اُس نے چونک کر عنبر کو دیکھا اور پوچھا :

"عنبر بھائی، ہم کہاں ہیں ؟"

عنبر نے اُسے ساری کہانی بیان کی اور پھر جیب کے اندر سے ناگ کے جسم کے دونوں ٹکڑے نکال کر دکھائے — عمارہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے — ناگ کی لاش اُس سے نہ دیکھی گئی۔

"اب اس کا کیا بنے گا عنبر بھائی ؟" عمارہ نے پوچھا۔

عنبر نے کہا :

"تمہیں تمہارے گھر چھوڑ کر میں ناگ کی لاش لے کر ہمالیہ پہاڑ کی طرف نکل جاؤں گا — وہاں اس کا علاج ہو گا اور خدا نے چاہا تو اسے پھر سے زندگی مل جائے گی —"

"خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔"

کشتی نامعلوم سمندر میں بہی چلی جا رہی تھی — اب لہریں اُسے اپنے آپ مغرب کی طرف بہائے لیے جا رہی تھیں — عنبر کو سب سے زیادہ اب اس بات کی پریشانی تھی کہ عمارہ کے کھانے اور پینے کا کیا بندوبست ہو گا اور کچھ نہیں تو کم از کم اُسے پینے کو پانی تو ملنا چاہیے، مگر اتنے بڑے سمندر میں بھی پینے کے لیے پانی کا ایک قطرہ نہیں تھا — اس لیے کہ سمندر کا پانی کڑوا ہوتا ہے اور انسان اگر پی لے تو طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



دوپہر کو عمارہ نے کہا کہ اُسے سخت پیاس لگی ہے۔ عنبر اُسے کیا جواب دیتا؟ وہاں پانی کہاں سے لاتا؟ آسمان پر پرندہ تک دِکھائی نہیں دیتا تھا — مچھلیاں بھی کشتی کے قریب نظر نہیں آتی تھیں —

عنبر نے کہا:

"عمارہ بہن، پانی کے لیے تمہیں تھوڑا صبر کرنا پڑے گا — شاید کوئی جزیرہ آجائے اور وہاں پانی کے ساتھ ساتھ ہمیں کھانے کو بھی مل جائے —"

لیکن جزیرہ تو نہ ملا، ہاں دُور عنبر کو ایک چٹان سی سمندر میں اُبھری ہوئی دِکھائی دی —

عنبر نے کہا:

"شاید یہ کوئی پہاڑی ہے جو سمندر سے باہر نکل آئی ہے اس قسم کے پہاڑ یہاں سمندر کے نیچے اکثر ملتے ہیں جن کی چوٹیاں سمندر سے باہر نکلی ہوتی ہیں —"

دوپہر ڈھل رہی تھی — عمارہ کا پیاس کے مارے بُرا حال ہو رہا تھا کہ عنبر نے اس چٹان کے ساتھ کشتی لگا دی — عنبر اور عمارہ کشتی سے اُتر آئے — یہ چٹان کافی بڑی تھی — اس کے اردگرد بڑے بڑے پتھر بکھرے پڑے تھے — عنبر نے عمارہ کو ایک جگہ بٹھایا اور خود اِدھر اُدھر جا کر پانی تلاش کرنے کی کوشش کی —



عمارہ کی خوش قسمتی تھی کہ ایک جگہ عنبر نے دیکھا کہ چٹان کے اندر سے قطرہ قطرہ پانی پتھروں میں جمع ہو رہا ہے، وہاں ایک چھوٹا سا حوض بن گیا تھا —

پانی میٹھا تھا — عمارہ نے اپنی پیاس بُجھائی اور خدا کا شکر ادا کیا — عنبر نے کہا کہ اس جگہ انہیں رات کی رات آرام کرنا چاہیے — عمارہ کو بھوک بھی لگ رہی تھی۔ وہ بولی:

"یہاں رُکنے کی بجائے بہتر ہے کہ ہم سمندر میں ہی چل چلیں، شاید آدھی رات کو کسی جزیرے پر پہنچ جائیں —"

عنبر نے کہا:

"جیسے تمہاری مرضی —"

عمارہ کشتی میں بیٹھ گئی — عنبر کشتی کو چٹان سے دُور لے جانے ہی لگا تھا کہ اچانک اُس کی نظر دُور اس طرف سمندر میں پڑ گئی، جدھر سورج غروب ہو رہا تھا اور سمندر سرخ ہو گیا تھا۔ اُدھر عنبر کو ایک کشتی چٹان کی طرف آتی نظر آئی —

"یہ لوگ کون ہو سکتے ہیں؟"

عنبر نے جیسے اپنے آپ سے سوال کیا — عمارہ بھی اُدھر ہی تک رہی تھی — سورج کی سنہری روشنی میں انہیں کشتی میں تین چار آدمیوں کے خاکے دکھائی دے رہے تھے —

عنبر نے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



"ہو سکتا ہے یہ خطرناک آدم خور ہوں — تم اس چٹان کے پیچھے پتھروں کی اوٹ میں چلی جاؤ۔"

عنبر کشتی کو چٹان کے پیچھے پتھروں کی اوٹ میں لے گیا — وہ خود بھی عمارہ کے ساتھ ایک اُونچے پتھر کے پیچھے چھپ گیا اور آنے والی کشتی کو دیکھنے لگا۔

کشتی آہستہ آہستہ سمندر میں سفر کرتی چٹان کے قریب آ رہی تھی —

اب وہ بڑی آسانی سے دیکھ رہے تھے کہ کشتی میں تین ملاح سروں پر سرخ رومال باندھے کھڑے ہیں — ان کے ہاتھوں میں خنجر ہیں اور ایک آدمی کشتی میں سر جھکائے بیٹھا ہے۔

عنبر نے کہا:

"معاملہ خطرناک لگ رہا ہے۔"

عمارہ نے ڈرتے ہوئے کہا:

"کیا ہم بھاگ چلیں؟"

"شی —"

کشتی چٹان کے پاس آکر رُک گئی — تینوں ڈاکوؤں ایسے چہرے والے ملاحوں نے بیٹھے ہوئے آدمی کی رسیاں کھولنا شروع کیں۔

اس صحت مند بھاری بھرکم بارُعب چہرے والے قیدی کی



رسیاں کھول کر ایک ملاح نے کہا:

"جاؤ، اور اس چٹان پر بھوکے پیاسے رہ کر موت کا انتظار کرو — تمہاری یہی سزا ہے کہ تم سسک سسک کر مرو۔"

اور پھر وہ قہقہے لگاتے ہوئے قیدی کو چٹان پر چھوڑ کر کشتی میں بیٹھ کر واپس روانہ ہو گئے — قیدی نے ایک نظر سمندری چٹان کو اُوپر سے نیچے تک دیکھا، پھر سر پکڑ کر وہیں ایک پتھر پر بیٹھ گیا — کیونکہ یہاں اُسے اپنی موت صاف نظر آ رہی تھی —

جب ڈاکو ملاحوں کی کشتی سمندر میں کافی دُور نکل گئی تو عنبر نے عمارہ کو ساتھ لیا اور جلا وطن قیدی کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا — ایک بار تو قیدی چونک کر پیچھے کو گرتے گرتے بچا — اُسے کبھی یہ خیال نہیں آ سکتا تھا کہ اس قسم کی ویران جگہ پر بھی ایک آدمی اور ایک عورت اسے مل سکتے ہیں۔ اُس نے ہونٹوں پر آیا ہوا پسینہ پونچھ کر کہا:

"تم، تم لوگ کون ہو؟"

وہ ہسپانوی زبان بول رہا تھا —

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

# خونی ڈاکو

عمارہ چونکہ ہسپانیہ کی رہنے والی تھی، اس لیے وہ
خوش ہوئی کہ اسے اپنے وطن کا آدمی مل گیا ہے۔ اس
بھی ہسپانوی زبان میں کہا کہ وہ اور عنبر بڑی مصیبتیں
یہاں تک پہنچے ہیں اور وہ سپین اپنے ماں باپ کے پا
رہی ہے جو میڈرڈ میں تجارت کرتے ہیں۔

عنبر بھی یہ زبان سمجھتا تھا۔ جلا وطن قیدی عمارہ سے
بڑا خوش ہوا۔

عنبر نے پوچھا:

"دوست تم کون ہو؟ تمہارا نام کیا ہے اور یہ لوگ کون
جو تمہیں یہاں مرنے کے لیے چھوڑ گئے ہیں؟"

جلا وطن قیدی بولا:

"میرا نام ڈان پیڈرو ہے۔ میں ایک تجارتی جہا
کپتان ہوں۔ یہاں سے پچاس میل کے فاصلے پر ایک گمنا



ا جزیرہ ہے۔ اس جزیرے پر میرا مال سے بھرا ہوا جہاز کھڑا
ہے۔ اس جہاز پر بحری ڈاکوؤں نے قبضہ کر لیا ہے۔ انہوں
میرے ساتھیوں کے ساتوں ملاحوں کو ہلاک کر دیا ہے اور مجھے
کے لیے اس چٹان پر چھوڑ گئے ہیں۔"

عنبر نے پوچھا:

"بحری ڈاکوؤں کا جہاز کہاں ہے؟"

ڈان پیڈرو نے کہا:

"ان کا جہاز بھی اسی جزیرے پر ہے۔ وہ آج رات شاید
ان رکیں گے اور کل میرے جہاز کا سارا سامان اپنے جہاز پر
کر میرے جہاز کو آگ لگا کر چلے جائیں گے۔"

عمارہ بولی:

"عنبر، ہمیں پیڈرو کی مدد کرنی چاہیے۔"

کپتان پیڈرو ہنس پڑا:

"تم لوگ خود میری طرح یہاں بے بسی کی موت کا انتظار کر
ہو، تم میری مدد کیا کر سکو گے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم اچھی
باتیں کریں۔ خدا کو یاد کریں اور موت کا انتظار کریں۔"

عنبر مسکرایا۔

"ہم جلا وطن نہیں ہیں پیڈرو۔ ہمارے پاس ایک کشتی
ہے۔ اور ہم تمہاری مدد کر سکتے ہیں۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



"کشتی بھی ہے ؟ کہاں ہے ؟" پیڈرو نے حیرانی سے پوچھا

"چٹان کے دوسری طرف کھڑی ہے۔"

عنبر کے اس جواب پر پیڈرو نے عنبر اور عمارہ کو غور سے دیکھا اور کہا :

"تم لوگ یہاں کیسے آ گئے ؟"

عنبر نے کہا :

"یہ ایک لمبی کہانی ہے — تمہیں صرف اتنا ہی کہوں گا کہ میں عمارہ کو اس کے ماں باپ کے پاس پیرن کے شہر میڈرڈ چھوڑنے جا رہا ہوں — ہمارا جہاز طوفان میں غرق ہو گیا اور ہم ایک کشتی میں بیٹھ کر اس چٹان پر پہنچ گئے۔"

پیڈرو کہنے لگا :

"یہ تو ٹھیک ہے، مگر ہم دونوں مل کر خونخوار سمندری ڈاکوؤں کا مقابلہ کیسے کر سکیں گے ؟ ان کے جہاز پر دو توپیں بھی لگی ہیں اور وہ پچاس ڈاکو ہیں — ہر ایک کے پاس تیز دھار والے خنجر اور تلواریں ہیں — کپتان کے پاس تو ہر وقت بارود سے بھرا ہوا پستول رہتا ہے —

عنبر ایک بار پھر مسکرایا اور کہنے لگا :

"فکر نہ کرو، خدا ہماری مدد کرے گا — ہم اسی وقت یہاں سے چلے چلیں گے تاکہ رات ہونے تک جزیرے پر پہنچ جائیں۔ کیا



تم جزیرے تک ہمیں سمندر کا راستہ بتا سکتے ہو ؟"

"کیوں نہیں میں نے اس سمندر میں بہت سفر کیا ہے۔"

"تو پھر ہمارے ساتھ آؤ۔"

عنبر نے پیڈرو کپتان کو ساتھ لیا اور چٹان کے دوسری طرف لے جا کر کشتی دکھائی، جسے ایک پتھر کے ساتھ باندھا ہوا تھا — پیڈرو نے کہا :

"ہمارے پاس ہتھیار بھی نہیں ہیں — ہم نہتے اور اکیلے اتنے خونخوار ڈاکوؤں کا کیسے مقابلہ کر سکیں گے — ہمیں ایک بار پھر اچھی طرح سوچ سمجھ لینا چاہیے — کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم تینوں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں — مجھے اس عورت کے مرنے کا بڑا افسوس ہوگا۔"

پیڈرو نے عمارہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

عنبر بولا :

"یہ سارا کام تم مجھ پر چھوڑ دو پیڈرو۔"

"مگر تم اکیلے کیا کرو گے ؟"

عنبر نے کہا :

"یہ تمہیں وہاں جا کر معلوم ہو جائے کہ میں اکیلا کیا کر سکتا ہوں۔"

پیڈرو نے سر جھٹک دیا — جیسے اُسے عنبر کی کسی بات پر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



بھروسا نہ ہو۔ مجبوراً وہ کشتی میں سوار ہو گیا۔ عنبر نے کشتی کو کھینچ کر سمندر میں ڈال دیا اور کشتی کا رُخ کپتان پیڈرو کی ہدایت کے مطابق جزیرے کی طرف کر دیا۔

سورج غروب ہو رہا تھا کہ ان کی کشتی ایک چھوٹے سے گمنام اور ویران مگر سرسبز جزیرے کے قریب پہنچ گئی۔ پیڈرو بڑا ماہر سمندری ملاح تھا وہ کشتی کو جزیرے کے پیچھے کی طرف لے کر آیا تھا تاکہ ڈاکوؤں کی اس پر نگاہ نہ پڑ سکے۔

سنہری دھوپ میں جزیرے کے درخت چمک رہے تھے۔ سمندر کی ہوا اُن کی شاخوں کو ہولے ہولے جُھلا رہی تھی۔

جزیرے کا یہ ساحل بالکل ویران تھا۔ نہ کوئی کشتی دکھائی دیتی تھی اور نہ کوئی آدمی نظر آ رہا تھا۔ پیڈرو نے کشتی ایک طرف جزیرے کے ساحل کے ساتھ جھاڑیوں میں لگا دی اور اُسے اچھی طرح سے باندھ دیا۔

عنبر نے آہستہ سے کہا:

"اس کشتی کی اب ہمیں ضرورت نہیں پڑے گی۔ کیونکہ ہم واپس تمہارے جہاز پر جائیں گے۔"

پیڈرو پھیکی سی ہنسی ہنسا۔

"مجھے ایسا لگتا ہے کہ تم یا تو دیوانے ہو اور یا پھر



خواب میں باتیں کر رہے ہو۔"

عنبر بھی ہنس دیا:

"ہاں، میں سچ مچ دیوانہ ہوں۔"

عمارہ بولی:

"اب آگے بھی چلو کہ یہاں باتیں کرتے رہ جاؤ گے۔"

عنبر نے پیڈرو سے پوچھا:

"تمہارا جہاز کہاں ہے؟"

پیڈرو نے بتایا کہ اس کا جہاز سمندری ڈاکوؤں کے جہاز کے ساتھ جزیرے کے دوسری طرف سمندر میں کھڑا ہے۔

عنبر نے کہا:

"ہمیں جزیرے کے دوسری طرف جانا ہوگا۔ کیا تم نے یہ جزیرہ پہلے بھی دیکھا ہے؟"

"ہاں، دُور سے دیکھا ہے مگر یہاں آج پہلی بار آیا ہوں۔ میں اس کے جنگلوں سے واقف نہیں ہوں۔"

عنبر نے کہا:

"ہم جنگل میں سے نہیں گزریں گے، بلکہ ساحل کے ساتھ ساتھ مغرب کی طرف بڑھیں گے جہاں تمہارا جہاز کھڑا ہے۔"

عمارہ بولی:

"یہ راستہ لمبا نہیں پڑے گا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



پیڈرو نے کہا :

"نہیں، کیونکہ یہ جزیرہ زیادہ بڑا نہیں ہے۔ اس کی گولائی زیادہ سے زیادہ چار میل کی ہے — اس حساب سے ہمیں دو میل کا سفر طے کرنا ہوگا۔"

عمارہ نے کہا :

"رات ہونے سے پہلے پہلے ہمیں وہاں پہنچ جانا چاہیے۔"

عنبر بولا :

"رات کے بعد بھی پہنچ جائیں تو کوئی ہرج نہیں ہوگا عمارہ —"

یہ تینوں جزیرے کے ساحل کے ساتھ ساتھ مشرق کی طرف چل پڑے — جزیرہ بڑا ہرا بھرا تھا — درختوں پر پھولوں والی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں — یہاں جنگلی انگور بہت تھا اور ناریل کے درخت بھی کافی تھے — عمارہ نے جنگلی انگوروں سے اپنا پیٹ بھرا اور زمین پر گرے ہوئے ناریل توڑ کر اپنی پیاس بجھائی — وہ آگے بڑھ رہے تھے اور سورج غروب ہو رہا تھا — جزیرے پر رات کے سائے چھانے لگے تھے۔

آگے جاکر ساحل مغرب کی طرف گھوم گیا — یہاں سمندری چٹانیں ساحل پر دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں — بھورے اور گہرے سبز رنگ کی چٹانیں تھیں، جن پر کہیں کہیں جھاڑیاں اُگی ہوئی



تھیں — ابھی تک وہ ساحل کی ریت پر چل رہے تھے — جہاز کہیں دکھائی نہیں دے رہے تھے — عنبر نے پیڈرو سے پوچھا :

"جہاز کیوں دکھائی نہیں دے رہے؟"

پیڈرو نے سمندر کی طرف نگاہ جما کر کہا :

"میرا خیال ہے شاید ابھی ہمیں کچھ دور اور چلنا ہوگا — ہو سکتا ہے، دو ایک میل کا سفر باقی ہو —"

وہ چلتے چلے جا رہے تھے — اسی طرح سفر کرتے کرتے انہیں رات ہوگئی —

جہاز کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہے تھے — عمارہ بے حد تھک گئی تھی — آخر وہ ایک جگہ بیٹھ گئی —

"اب مجھ سے نہیں چلا جاتا —"

عنبر نے پیڈرو سے کہا :

"کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم عمارہ کے پاس ٹھہرو اور میں آگے جاکر جہازوں کا پتا کروں، کیونکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ سمندری ڈاکو کوچ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہوں — ایسی صورت میں وہ تمہارے جہاز کو آگ لگا دیں گے۔"

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا —"

"نہیں، میں عمارہ کو اس ویران جزیرے کے جنگل میں اکیلی نہیں چھوڑنا چاہتا —"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



"جیسے تمہاری مرضی۔"

عنبر نے کپتان پیڈرو اور عمارہ کو پیچھے ایک جگہ جزیرے کے ساحل کے پاس چٹان کی اوٹ میں چھوڑا اور خود آگے روانہ ہو گیا۔

رات کے وقت جزیرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا اور ایسا خاموش اور سنسان تھا کہ دیکھ کر ڈر لگتا تھا۔ عنبر کافی دور آگے نکل گیا۔

جزیرے کا ساحل ایک بار پھر اُس طرف گھوم گیا۔ یہاں پہنچ کر عنبر کو پہلی بار سمندر میں کھڑے دو جہازوں کے خاکے دکھائی دیے، جن میں سے ایک جہاز میں لالٹینیں جل رہی تھیں۔ عنبر کو بڑی خوشی ہوئی۔ آخر وہ اپنی منزل پر پہنچ گیا تھا۔ دوسرے جہاز کا صرف کالا کالا سایہ سا دکھائی دے رہا تھا۔ عنبر تیز تیز چلنے لگا۔

جب وہ جہازوں کے قریب پہنچا تو جنگل کی طرف ہو گیا۔ یہاں درختوں کے درمیان سے گزر کر وہ جنگل کے آخری کنارے پر آکر رُک گیا۔ آگے ریت کا ساحل شروع ہوتا تھا۔ پھر سمندر تھا اور سمندر میں دونوں جہاز کھڑے تھے۔ کنارے پر سمندری ڈاکو بیٹھے گپیں ہانک رہے تھے۔ کوئی لیٹا ہوا تھا اور کوئی کرتب دکھا رہا تھا اور ریت پر قلابازیاں لگا رہا تھا۔



اُن کے درمیان آگ جل رہی تھی، جس پر وہ ایک سالم بکرا بھون رہے تھے۔ عنبر کو ان کے قہقہوں کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ دونوں جہازوں میں سے ایک جہاز مال بردار جہاز تھا اور اُس کا مالک پیڈرو تھا۔ دوسرا جہاز سمندری ڈاکوؤں کا تھا۔

عنبر غور کرنے لگا کہ حملہ کس طریقے سے اور کس طرح سے کیا جائے۔ عنبر نے اندازہ لگایا کہ ڈاکو پچاس سے زیادہ تھے۔ عنبر کو اس وقت ناگ بہت یاد آیا جو دو ٹکڑے ہو کر اس کی جیب میں رومال میں لپٹا پڑا تھا اور جیسے دو مہینوں کے اندر اندر اُسے ہمالیہ کے عظیم ناگ مندر میں لے کر جانا تھا۔ عنبر نے سوچا کہ شاید ابھی ڈاکوؤں نے دوسرے جہاز کا سامان اپنے جہاز پر نہیں لادا تھا یا ہو سکتا تھا کہ مال لاد لیا ہو اور اب سفر کرنے کے لیے صبح کا انتظار کر رہے ہوں۔ اس وقت اگر ناگ ہوتا تو اُڑ کر جہاز کے اوپر جا کر پتا لگا سکتا تھا کہ مال لادا جا چکا ہے کہ نہیں۔ عنبر کو اتنی دُور سے اندھیرے میں کچھ پتا نہیں لگ رہا تھا۔ عنبر واپس ہوا تاکہ پیڈرو کو جا کر خبر کر دے۔

دوسری طرف عنبر کے جاتے ہی پیڈرو نے عمارہ سے کہا:

"تم یہاں آرام کرو۔ میں تمہارے لیے پانی کا پتا چلاتا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



ہوں "

عمارہ نے کہا :

" نہیں پیڈرو بھائی، تم مت جاؤ — اکیلی مجھے ڈر لگتا ہے "

پیڈرو نے ہنستے ہوئے کہا :

" ڈرنے کی بھلا کیا ضرورت ہے۔ اس جزیرے پر تو کوئی بھی نہیں ہے اور پھر مجھے بھی سخت پیاس لگی ہے۔ بس میں ابھی آیا کہ آیا —"

عمارہ کا دل نہیں چاہتا تھا کہ وہ اکیلی رہے لیکن پیڈرو کچھ ضدی اور کچھ نادان شخص ثابت ہو رہا تھا — وہ عمارہ کو اکیلی چھوڑ کر جنگل میں پانی کی تلاش میں چلا گیا — عمارہ کو ڈر لگنے لگا، کیونکہ وہاں گھپ اندھیرا تھا — عمارہ بے چاری ایک پتھر کے پیچھے ہو کر سہمی سہمی سی بیٹھ گئی — عمارہ نے عنبر کو یاد کیا، کاش وہ جلد واپس آ جائے —

اتفاق سے دو سمندری ڈاکو بھی اُدھر پانی تلاش کرتے پھر رہے تھے — وہ پانی کا کھوج لگاتے ان چٹانوں کی طرف آ گئے جس کے قریب ہی عمارہ چھپی ہوئی تھی — عمارہ نے بھی ستاروں کی ہلکی روشنی میں انہیں دیکھ لیا تھا — اس کا سارا جسم خوف سے ٹھنڈا پڑ گیا — وہ پیڈرو یا عنبر کو آواز بھی نہیں دے سکتی تھی — خطرہ تھا کہ ڈاکو آواز سُن کر اس کی طرف



آ جائیں گے، مگر ڈاکوؤں نے عمارہ کو اندھیرے میں بھی چٹان کے پیچھے بیٹھے دیکھ لیا تھا — وہ اسی جگہ رُک گئے اور پھر رینگ رینگ کر عمارہ کی طرف بڑھنے لگے —

عمارہ بے خبر بیٹھی تھی۔ ڈاکو اُس کے سامنے سے غائب ہو گئے تھے — وہ یہ سمجھی کہ شاید وہ چلے گئے ہیں۔ مگر اُسے کیا خبر تھی کہ دونوں سمندری ڈاکو اس کے پیچھے رینگتے ہوئے آ رہے ہیں —

اچانک ایک ڈاکو اچھل کر عمارہ کے اُوپر گرا اور اُس نے عمارہ کا منہ اپنے ہاتھ سے بند کر دیا — دوسرے نے عمارہ کی گردن میں کپڑا ڈال کر اسے زور سے کسنا شروع کر دیا۔ عمارہ کا دم گھٹ گیا۔ اس کی آنکھوں کے اردگرد تارے ناچنے لگے۔ اور وہ بے ہوش ہو گئی — سمندری ڈاکوؤں نے عمارہ کو اٹھایا اور جنگل میں غائب ہو گئے —

احمق کپتان پیڈرو کو نہیں چاہیے تھا کہ وہ عمارہ کو وہاں اکیلا چھوڑ کر چلا جاتا — واپس آیا تو عمارہ غائب تھی — بڑا پریشان ہوا — اُونچی آواز بھی نہیں نکال سکتا تھا۔ ادھر ادھر اندھیرے میں تلاش کیا، مگر وہاں عمارہ ہوتی تو اسے ملتی۔ اُسے تو سمندری ڈاکو سیدھا اپنے جہاز پر لے گئے تھے اور اپنے سردار کے سامنے پیش کر دیا تھا —

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



عمارہ بے ہوش تھی — سردار نے عمارہ کو غور سے دیکھا اور بڑا حیران ہوا کہ یہ عورت اس سنسان و ویران جزیرے میں کہاں سے آگئی ؟

اُس نے غراتے ہوئے کہا :

" یہاں ضرور اس کا کوئی ساتھی بھی ہو گا — یہ عورت اکیلی اس جزیرے پر نہیں آ سکتی — اس کا لباس بتاتا ہے کہ یہ شہر کی عورت ہے — جنگلی نہیں ہے — جاؤ، جہاں سے یہ عورت اٹھائی ہے، وہاں اس کے ساتھی کو تلاش کرو اور اس کا سر کاٹ کر میرے سامنے پیش کرو "

" جو حکم سرکار "

اور دونوں سمندری ڈاکو خنجر لے کر واپس جنگل میں اُس چٹان کی طرف چل دیے جہاں سے انہیں عمارہ ملی تھی۔ دوسری طرف عنبر واپس آ گیا — پیڈرو پریشانی کی حالت میں اُسے ملا۔ اور سارا قصہ سُنایا —

عنبر نے قدرے غصے سے کہا :

" تمہیں کس نے کہا تھا کہ اُسے اکیلی چھوڑ کر چلے جاؤ۔ ضرور سمندری ڈاکو اسے پکڑ کر لے گئے ہیں "

پیڈرو نے افسوس کرتے ہوئے کہا :

" دوست عنبر، میں اپنی غلطی مانتا ہوں، مجھے معاف کر دو۔ آؤ



اب عمارہ کو تلاش کرتے ہیں "

عنبر بولا :

" میں تمہارا اور سمندری ڈاکوؤں کا جہاز دیکھ آیا ہوں۔ ضرور عمارہ کو ڈاکو ان جہازوں کی طرف لے گئے ہیں "

پیڈرو بولا :

" یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس جزیرے کا کوئی جنگلی اسے اٹھا کر لے گیا ہو، کیونکہ رات کے وقت سمندری ڈاکوؤں کو اس جنگل میں آنے کی بھلا کیا ضرورت تھی ؟"

عنبر سوچ میں پڑ گیا، پھر کہنے لگا :

" تمہارا خیال بھی درست ہو سکتا ہے، لیکن ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے — فوراً آگے چلو "

اتنے میں انہیں پاؤں کی چاپ سنائی دی۔ جیسے کوئی سوکھے پتوں پر چل رہا ہو — عنبر نے پیڈرو کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر زور سے دبایا جیسے اُسے نیچے بیٹھ جانے کے لیے کہہ رہا ہو — پیڈرو وہیں گھاس پر بیٹھ گیا — عنبر بھی ایک جھاڑی کے پیچھے چھپ گیا — جزیرے کے اوپر چونکہ چاند نکل آیا تھا — اس لیے چاندنی میں جھاڑیاں اور درخت صاف نظر آ رہے تھے —

اُن کے سامنے ایک چھوٹا سا کھلا میدان تھا جہاں کہیں کہیں جھاڑیوں کے جھنڈ تھے — سامنے کے درختوں میں سے وہی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



دو سمندری ڈاکو ادھر ادھر تکتے احتیاط سے چلتے ہوئے باہر نکلے عنبر نے پیڈرو کے کان میں کہا:

"تم نے سمندری ڈاکوؤں کو دیکھا ہوا ہے — کیا یہ وہی ہیں یا جنگلی لوگ ہیں؟"

چاندنی میں پیڈرو نے انہیں غور سے دیکھ کر کہا:

"یہ سمندری ڈاکو ہیں —"

عنبر بولا:

"یہی لوگ عمارہ کو اغوا کر کے لے گئے ہیں۔ عمارہ کو اذیت دے کر انہوں نے ہمارے بارے میں پوچھ لیا ہوگا — اور اب یہ ہمیں پکڑنے یہاں آئے ہیں —"

پیڈرو نے کہا:

"اب کیا کریں، ہم نہتے ہیں اور ان کے پاس خنجر ہیں۔"

عنبر نے آہستہ سے پیڈرو کا کندھا دبا کر کہا:

"اب یہ ہوگا کہ میں تمہیں ایک تماشا دکھاؤں گا۔ تم یہاں آرام سے بیٹھ کر تماشا دیکھو —"

پیڈرو کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ عنبر کا مطلب کیا ہے اور وہ کس قسم کا تماشا دکھانا چاہتا ہے — شاید وہ مذاق کر رہا ہے، مگر یہ مذاق کرنے کا وقت نہیں تھا —

اُس نے کہا:



"کیا تم مذاق کر رہے ہو؟"

لیکن عنبر آگے جا چکا تھا — وہ جھاڑیوں میں سے رینگتا ہوا سامنے والی چھوٹی سی کھلی جگہ میں آگیا — ابھی تک وہ گھاس پر ہی رینگ رہا تھا —

چاندنی رات میں پیڈرو اُسے گھاس پر رینگتے ہوئے دیکھ رہا تھا —

سمندری ڈاکو بھی آگے بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ عنبر کو تو کوئی ضرورت نہیں تھی کہ ڈاکوؤں پر چھپ کر وار کرتا — جونہی سمندری ڈاکو ذرا قریب آئے — عنبر اُٹھ کر سامنے آگیا —

ڈاکو ایک سیکنڈ کے اندر اندر سمجھ گئے کہ جس شکار کو وہ تلاش کرتے پھرتے ہیں وہ یہی ہے — دونوں ڈاکو خنجر لہراتے ہوئے عنبر پر ٹوٹ پڑے —

وہ عنبر کو بڑا آسان شکار سمجھ رہے تھے اور بات بھی ایسی ہی تھی — کیونکہ عنبر اکیلا اور نہتا تھا — ڈاکو دو تھے اور خنجر ان کے ہاتھوں میں تھے —

جس وقت ڈاکوؤں نے عنبر پر حملہ کیا تو پیڈرو کا دل ڈوب گیا — اسے یقین تھا کہ عنبر ان ڈاکوؤں کے ہاتھوں قتل ہو چکا ہے اور اب اُسے عنبر کی لاش اسی جنگل میں ڈاکوؤں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



کے جانے کے بعد دفن کرنی ہوگی —

اُسے عنبر سے بڑا اُنس ہو گیا تھا اور پیڈرو نہیں چاہتا تھا کہ اپنے دوست کی لاش گدھوں اور درندوں کے حوالے کرکے اس جزیرے سے واپس جائے۔

جھاڑی کے پیچھے چھپا پیڈرو بڑی بے بسی سے دیکھ رہا تھا کہ ڈاکوؤں نے عنبر کو نیچے گرایا ہوا ہے اور اس پر خنجروں کے وار کر رہے ہیں —

عنبر چاہتا تھا کہ ڈاکو اپنی حسرت نکال لیں۔ مرنے کے بعد اُن کی روحوں کو یہ پچھتاوا نہ لگے کہ انہوں نے عنبر پر وار نہیں کیے تھے —

ڈاکو اب کچھ کچھ حیران سے ہونے لگے تھے۔ کیونکہ انہوں نے عنبر پر اتنے خنجر مارے تھے کہ اس کا تو قیمہ ہو جانا چاہیے تھا، لیکن وہاں معاملہ بالکل الٹ تھا۔ عنبر بڑے آرام سے نیچے پڑا مسکرا رہا تھا۔

جب دونوں ڈاکو تھک گئے اور خنجر ان کے ہاتھوں کو زخمی کرتے ہوئے ٹوٹ گئے تو عنبر نے دونوں کے ہاتھ پکڑ لیے اور پھر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا — پھر اس نے دونوں کی گردنیں پکڑ کر پوری طاقت سے ان کے سر ایک دوسرے سے ٹکرا دیے —



ٹھاہ کی آواز آئی اور دونوں کی کھوپڑیاں ٹوٹ پھوٹ گئیں — اور دماغ باہر نکل آئے — عنبر اُن کی لاشیں وہیں چھوڑ کر پیڈرو کی طرف واپس مڑا —

پیڈرو کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا — ایسا منظر اُس نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا — عنبر میں اس قدر طاقت ہوگی، اُسے معلوم نہیں تھا — ابھی تک وہ یہی سمجھا تھا کہ عنبر نے نیچے پڑے پڑے ڈاکوؤں کے وار بچائے تھے اور پھر اپنی جسمانی طاقت کے بل بوتے پر دونوں کے سر ٹکرا کر انہیں ہلاک کر دیا تھا —

عنبر آیا تو پیڈرو نے کہا:

"تمہارے جسم میں ایک پہلوان ایسی طاقت کہاں سے آ گئی ہے؟ تم تو ایک دبلے پتلے نوجوان ہو عنبر!"

عنبر بھی سمجھ گیا کہ پیڈرو یہی سمجھ رہا ہے کہ اُس نے خنجروں کے وار بچائے ہیں —

عنبر ہنس دیا اور صرف اتنا کہا کہ وہ اس قسم کی لڑائیوں کا بڑا ماہر ہے —

"اب آگے بڑھو، ہمیں دن نکلنے سے پہلے پہلے ڈاکوؤں کے جہاز پر پہنچ کر عمارہ کو رہا کروانا ہے — اگر وہ چلے گئے تو بڑی مشکل ہو جائے گی۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



اور وہ دونوں جزیرے کے تاریک جنگل میں سمندر کی
طرف بڑھنے لگے — جہاں سمندری ڈاکوؤں کا جہاز کھڑا تھا —

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk



# جہاز جل گیا

سامنے ڈاکوؤں کا جہاز سمندر میں کھڑا تھا —
اس کے ساتھ ہی کپتان پیڈرو کا تجارتی جہاز بھی تھا —
چاندنی رات میں دونوں جہاز ساتھ ساتھ کھڑے صاف نظر آ
رہے تھے — عنبر اور پیڈرو درختوں کے پیچھے ان جہازوں
کو دیکھ رہے تھے — جہاں خاموشی تھی — شاید سارے ڈاکو
سو رہے تھے —

عنبر نے کہا :

"ہمیں اسی وقت حملہ کر دینا چاہیے —"

پیڈرو بولا :

"حملے سے تمہاری کیا مراد ہے؟ یعنی ہم دو نہتے ان
تلواروں والے ڈاکوؤں پر حملہ کریں گے؟"

عنبر نے کہا :

"بہت سی باتیں ابھی تم ایسی دیکھو گے جو تمہاری سمجھ میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



نہیں آئیں گی — اس سے بہتر یہی ہے کہ تم مجھ سے کوئی سوال نہ کرو اور خاموشی سے دیکھتے جاؤ کہ میں کیا کرتا ہوں — تم صرف ایسا کرو کہ جو میں کہوں چپ چاپ کرتے جاؤ۔"

عنبر نے ایک نظر سے دونوں جہازوں کا جائزہ لیا — اُسے یقین تھا کہ عمارہ کو ڈاکوؤں نے اپنے جہاز میں ہی رکھا ہوگا۔ عنبر سے ایک غلطی ہوگئی تھی — اُسے چاہیے تھا کہ دونوں ڈاکوؤں کو ہلاک کرنے سے پہلے پوچھ لیتا کہ عمارہ جہاز میں کس جگہ پر قید ہے، پھر اسے خیال آتا کہ ہوسکتا ہے، عمارہ ان ڈاکوؤں کے قبضے میں نہ ہو بلکہ اسے کوئی درندہ اُٹھا کرلے گیا ہو، لیکن اگر درندہ اٹھا کرلے جاتا تو وہ ضرور شور مچاتی اور پیڈرو اُس کی چیخوں کی آواز سُن سکتا تھا — اس کا مطلب یہی نکلتا تھا کہ ڈاکوؤں نے پہلے کسی طریقے سے عمارہ کو بے ہوش کیا ہوگا اور پھر اسے اُٹھا کر جہاز پر لے گئے۔

عنبر نے پیڈرو سے کہا:

"تم اسی جگہ ٹھہرو — میں ڈاکوؤں کے جہاز کی طرف جا رہا ہوں —"

پیڈرو نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا:

"کیا تم اکیلے جاؤ گے؟"

عنبر نے کہا:



"ہاں، کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ تم اپنی جان سے ہاتھ دھوؤ —"

پیڈرو نے کہا:

"مگر تم اتنے سارے ڈاکوؤں میں کیسے زندہ رہو گے؟"

عنبر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا:

"میری زندگی اور موت خدا کے ہاتھوں میں ہے — تم یہاں سے مت جانا — میں واپس اسی جگہ آ رہا ہوں۔"

پیڈرو چُپ چاپ سا ہو کر اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ عنبر درختوں سے نکل کر سمندر کے ساحل کی طرف گیا — پیڈرو نے دیکھا، پھیکی چاندنی میں عنبر پرلی طرف سے ہو کر جہاز کی طرف بڑھ رہا تھا —

تھوڑی دُور تک وہ پیڈرو کو دکھائی دیتا رہا، پھر رات کے اندھیرے اور چاندنی میں گم ہوگیا — پیڈرو نے اوپر درختوں کی طرف دیکھا، ایک خاموشی اور اندھیرا تھا اور کچھ بھی نہیں تھا — جزیرے کے ساحل کی طرف سے سمندری ہوا آ رہی تھی، جنگل اس کے پیچھے سنسان تھا۔ اگر پیچھے جنگل سے نکل کر کوئی درندہ اُس پر حملہ کر دے تو اس کے پاس مقابلہ کرنے کے لیے کوئی معمولی سا چاقو بھی نہیں تھا — مگر ابھی تک یہی ثابت ہوا تھا کہ اس جزیرے میں درندہ کوئی نہیں ہے —

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



پیڈرو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سامنے اپنے جہاز کو دیکھ رہا تھا جس میں اس کا لاکھوں روپے کا سامان بھرا ہوا تھا اور جو اب ڈاکوؤں کے قبضے میں تھا۔

عنبر کی باتوں پر اُسے زیادہ اعتبار نہیں تھا۔ اعتبار کرتا بھی کیسے؟ بھلا ایک دُبلا پتلا سا نوجوان اتنے ڈاکوؤں کا اکیلا کیسے مقابلہ کر سکتا تھا۔ بس وہ خاموشی سے اس ڈرامے کو دیکھے جا رہا تھا جو عنبر اسے دکھا رہا تھا۔ دونوں جہازوں پر موت کی خاموشی تھی۔

عنبر اوپر سے ہو کر سمندر کی لہروں کے ساتھ ساتھ جہازوں کی طرف چلا جا رہا تھا۔ رات اتنی سنسان تھی کہ ہلکی چاندنی کے باوجود وہاں کوئی انسان نظر نہیں آ رہا تھا۔ دونوں جہاز ایک بہت بڑے پہاڑوں کی طرح اپنی جگہ پر جمے ہوئے تھے۔ دونوں کے بادبان لپٹے ہوئے تھے اور لنگر سمندر میں گرے ہوئے تھے۔ عنبر بڑی احتیاط سے چھُپ چھُپ کر آگے بڑھ رہا تھا۔ کیونکہ عمارہ ڈاکوؤں کے قبضے میں تھی اور ڈاکو اسے نقصان پہنچا سکتے تھے۔

عنبر کی جیب میں ناگ کی لاش سانپ کے دو ٹکڑوں کی شکل میں رکھی ہوئی تھی۔ جب بھی اس کا خیال اپنے بھائی اور پرانے دوست کی اس لاش کی طرف جاتا تو اس کا دل دھک سے



رہ جاتا۔ ماریا بھی اس کے پاس نہیں تھی اور راجکماری کو لے کر ہندوستان کے جنگلوں میں سفر کر رہی تھی۔ اُسے بھی ابھی تک کچھ خبر نہیں تھی کہ ناگ کے ساتھ کیا بھیانک حادثہ گزر چکا ہے۔

عنبر کو پیڈرو نے دور ہی سے بتا دیا تھا کہ اس کا جہاز کون سا ہے اور ڈاکوؤں کا جہاز کون سا ہے۔ وہ ڈاکوؤں کے جہاز کے پہلو میں آ گیا۔ وہ سامنے سے جہاز پر سوار ہونا نہیں چاہتا تھا: حالانکہ سامنے جہاز پر سیڑھی بھی لگی ہوئی تھی۔ وہ ڈاکوؤں کے جہاز پر بے خبری میں جانا چاہتا تھا تاکہ خاموشی ہی خاموشی میں عمارہ تک پہنچ جاتے۔ اس کی ایک ہی صورت تھی کہ وہ سمندر میں سے ہو کر جہاز کے دوسری طرف آ جائے۔ وہاں کوئی کشتی بھی نہیں تھی۔

عنبر نے سمندر میں آہستہ سے چھلانگ لگا دی۔ سمندر کی لمبی لمبی لہریں دُور دُور سے آ کر ساحل سے ٹکرا کر واپس چلی جاتی تھیں۔ جب ایک لہر واپس جانے والی تھی تو عنبر سمندر میں اترا۔ یہ لہر اُسے اپنے ساتھ دُور تک لے گئی۔ یہاں سے عنبر واپس تیرتا ہوا رات کی خاموشی میں جہاز کے قریب آ گیا۔ لنگر کا رسّہ آدھا سمندر میں تھا اور باقی آدھا اوپر جہاز کے عرشے کے جنگلے کی طرف جا رہا تھا۔ عنبر تیرتا تیرتا رسّے کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



پاس آ گیا — پھر وہ رسّے پر آہستہ آہستہ چڑھنے لگا — وہ بلّی کی طرح اُوپر جا رہا تھا۔

بس اُسے ایک ہی ڈر تھا کہ اگر ڈاکوؤں نے اُسے دیکھ لیا یا پکڑ لیا تو ہو سکتا ہے، وہ عمارہ کو قتل کر دیں — کیونکہ وہ عنبر کا تو کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے — ہو سکتا ہے، طیش میں آ کر وہ اپنی ناکامی کا بدلہ عمارہ کو ہلاک کر کے لینے کی کوشش کریں۔

اگر عمارہ وہاں نہ ہوتی یا عنبر کو خیال نہ ہوتا کہ عمارہ وہاں ہو سکتی ہے تو وہ بے دھڑک ڈاکوؤں پر جا کر حملہ کر دیتا — مگر اب ایسا نہیں تھا — اُسے ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا پڑ رہا تھا۔

عنبر نے جہاز کے عرشے پر سر نکال کر دیکھا — عرشہ خالی پڑا تھا، جہاں سے ایک لکڑی کی سیڑھی والا راستہ جہاز کے نیچے جاتا تھا۔ وہاں ایک ڈاکو پہرہ دے رہا تھا اور اُونگھ بھی رہا تھا — کبھی وہ اُٹھ کر چلنے پھرنے لگتا اور کبھی بیٹھ کر اُونگھنے لگ جاتا — اُس کے ہاتھ میں ایک ننگی تلوار تھی —

جس وقت پہرے دار نے اُونگھنا شروع کیا — اس وقت عنبر جلدی سے جنگلہ پھلانگ کر عرشے پر آ گیا اور جُھک کر دبے پاؤں بھاگ کر جہاز کے بڑے ہوادان کے پاس آ کر



نیچے ہو کر ایکدم بیٹھ گیا، کیونکہ اس مسخرے پہرے دار نے اب پھر اُٹھ کر سیڑھیوں کے دروازے کے آگے چلنا پھرنا شروع کر دیا تھا — پہرے دار کو خبر ہی نہ ہوئی کہ عنبر اس کے جہاز پر پہنچ چکا ہے — اب اُس کے سامنے جہاز کے نیچے جانے کا مرحلہ تھا —

عنبر کے دماغ میں ایک ترکیب آئی — اس نے سوچا کہ کیوں نہ وہ اس پہرے دار ڈاکو کا حُلیہ بدل کر نیچے جائے۔ اس طرح سے کچھ دیر تک اور خاص طور پر رات کے اندھیرے میں اُسے کوئی نہ پہچان سکے گا —

یہ سوچ کر عنبر نے ہوادان کی دوسری طرف آ کر جہاں رسّوں کے بڑے بڑے گچھے پڑے تھے، وہاں سے آگے کھسکنا شروع کیا اور پہرے دار کے عقب میں آ گیا —

خدا جانے پہرے دار کو اس کی موت نے آواز دی تھی یا اُس نے سچ مچ عنبر کے قدموں کی آواز سُن لی تھی کہ وہ ایکدم سے رُکا — گردن گھما کر اُن رسّوں کے گچھوں کی طرف دیکھا جہاں عنبر چھُپا ہوا تھا اور تلوار لیے اُس طرف آ گیا۔ عنبر اس تو چاہتا تھا کہ کسی طرح سے وہ دروازے سے کچھ دُور ہٹ جائے — عنبر ایک طرف اندھیرے میں ہو گیا — ڈاکو جونہی رسّوں کے پاس اندھیرے میں آیا، اُس کی گردن پر جیسے کوئی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



بھاری شے آ کر زور سے گری اور وہ منہ کے بل رسّوں پر گر پڑا — اس کے بعد اس پہرے دار ڈاکو کے اُٹھنے کا سوال ہی پیدا ہوتا تھا — کیونکہ عنبر نے کافی زور سے مُکّا مارا تھا اور اُسے مُکّا لگتے ہی گردن کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز بھی آئی تھی — یہی وجہ تھی کہ عنبر نے پہرے دار کے جسم کو فوراً لاش سمجھ لیا اور اُسے گھسیٹ کر اندھیرے میں لے گیا۔ وہاں لے جا کر اُس کے کپڑے اتار کر خود پہنے — سر پر لال رومال باندھا — اپنے بالوں کو بکھرا دیا اور ہاتھ میں تلوار پکڑ لی۔ عنبر کا رنگ گندمی تھا — جیسا کہ قدیم مصر کے لوگوں کا ہوا کرتا تھا۔ اس لیے وہ بڑی آسانی سے ڈاکو لگ رہا تھا —

پھر ڈاکو کی لاش کو اُس نے رسّوں کے گچھّوں کے درمیان جو چھوٹا سا کنواں بن گیا تھا، وہاں پھینک دیا۔ کیونکہ سمندر میں لاش پھینکنے سے آواز پیدا ہوتی اور ڈاکو خبردار ہو سکتے تھے —

عنبر ڈاکوؤں کے حلیے میں سیڑھیوں کے پاس آ کر پہرہ دینے لگا — ناگ کی لاش کے دونوں ٹکڑے رومال میں لپیٹ کر اُس نے اپنی کمر کے گرد باندھ لیے تھے —

اس نے سیڑھیوں میں جھک کر دیکھا — کوئی اوپر آ رہا تھا — عنبر جلدی سے پیچھے ہٹ گیا اور چل پھر کر پہرہ



دینے لگا — دل میں وہ آنے والے کو کوس رہا تھا کہ اس کمبخت کو بھی اوپر آنے کے لیے یہی وقت رہ گیا تھا۔ کیونکہ اس وقت رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی — آنے والا بھی ایک ڈاکو ہی تھا — جو شاید نیچے کی گرمی سے تنگ آ کر اوپر کھلی ہوا میں سونے آ گیا تھا —

عنبر نے اس سے کوئی بات نہ کی کہ کہیں اُس کی آواز پر ڈاکو کو شک نہ ہو جائے — ویسے بھی وہ آنے والے ڈاکو سے دُور رہنے کی کوشش کر رہا تھا کہ پہچانا نہ جائے — آنے والا ڈاکو بھی ایک ہی اُلّو کی دُم تھا۔ آتے ہی اس نے عنبر سے کہا :

"کیوں دوست مارنیو، صبح میرے سو روپے دے رہے ہو نا؟"

عنبر کی بلا جانے کہ یہ کیسے سو روپے تھے جو وہ احمق ڈاکو اس سے یا اُس پہرے دار سے لینا چاہتا تھا جس کی لاش رسّے کے گچھّوں کے درمیان پڑی تھی — اُس نے معمولی سی ہوں ہاں کر دی — اس پر تو جیسے اس خبیث ڈاکو کو غصّہ آ گیا — غرّا کر بولا :

"مارنیو، تم مُکر رہے ہو — میں ابھی یہ خنجر تمہارے دل کے پار کر دوں گا — بولو، سو روپے دو گے کہ نہیں —

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



بولو — بولو —"

کمبخت ڈاکو کا پارہ ایک دم چڑھ گیا تھا — یہ تو سارے کیے کرائے پر پانی پھیر سکتا تھا —

عنبر نے کہا :

" ہاں، دوں گا — ضرور سو روپے دوں گا —"

عنبر نے یہ جملہ جلدی سے اس لیے ادا کر دیا تھا کہ اس کا منہ بند ہو جائے گا اور وہ پرے ہٹ کر سو جائے گا۔ لیکن اس بدنصیب کی بھی موت اسے بار بار آوازیں دے رہی تھی — اس نے چونک کر کہا :

" مارنیو، تمہاری آواز کیوں بدل گئی ہے ؟ تم — تم کون ہو ؟"

اور اس کے ساتھ ہی ڈاکو خنجر لے کر عنبر کی طرف بھاگ کر بلکہ چھلانگ لگا کر آگیا اور عنبر کی گردن کو پکڑ کر اس کا چہرہ دیکھا تو چیخ مار کر سارے جہازی ڈاکوؤں کو وہاں جمع کرنے ہی والا تھا کہ عنبر نے عین وقت پر اس کی شہ رگ پر اپنا انگوٹھا رکھ دیا —

اب سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا کہ اس کی آواز حلق سے باہر نکل سکتی — بس اس کے ناک میں سے خرخراہٹ کی دو تین آوازیں نکلیں اور ہاتھ سے خنجر اپنے آپ چھٹ کر لکڑی کے



فرش پر گر پڑا —

عنبر کو اب ایک اور ڈاکو کی لاش کو ٹھکانے لگانا پڑ گیا تھا — اسے اور تو کچھ نہ سوجھا، اس نے دوسرے ڈاکو کی لاش بھی پہلے والے ڈاکو کی لاش کے اوپر پھینک دی — وہ دبے پاؤں چلتا دروازے کے پاس آگیا۔ نیچے دوسری منزل کو جاتی سیڑھی خالی تھی — عنبر نیچے اتر گیا —

پرانے زمانے کے بادبانی جہازوں کی دوسری منزل میں بڑے تنگ راستے ہوا کرتے تھے — دو چار کوٹھڑیاں بنی ہوتی تھیں — اور سب سے نچلی منزل میں کاٹھ کباڑ اور گودام بنا ہوتا تھا۔ یہ منزل سمندر کے پانی میں ڈوبی رہتی تھی —

دوسری منزل کا راستہ ایک تنگ گلی کی طرح تھا — عنبر نے چونکہ ڈاکوؤں کا لباس پہن رکھا تھا — اس لیے وہ ذرا بے دھڑکے سے چل رہا تھا — لیکن وہ چوکنا بھی تھا کہ کسی پر اس کا راز نہ کھل جائے — آمنے سامنے جو لکڑی کی چھوٹی چھوٹی کوٹھڑیاں بنی تھیں وہ چار پانچ ہی تھیں — ان میں خاموشی تھی۔ ڈاکوؤں نے شاید ان کوٹھڑیوں میں بھی لوٹ کا مال بھر رکھا تھا — ڈاکو شاید نچلی منزل کے عرشے پر ہوا دان کی ٹھنڈی ہوا کے نیچے سو رہے تھے، کیونکہ وہاں ہوا کی اتنی تیزی نہیں ہوتی جتنی جہاز کے اوپر ہوتی ہے —

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



عنبر اس جگہ کی تلاش میں تھا جہاں ان ڈاکوؤں نے عمارہ کو قید کر رکھا تھا — وہ جگہ یا تو کوئی کوٹھڑی یا نچلی منزل کا گودام ہی ہو سکتا تھا — عنبر نے فیصلہ کیا کہ پہلے جلدی جلدی ان کوٹھڑیوں کی تلاشی لی جائے —

ایک کوٹھڑی کے دروازے کو اس نے آہستہ سے اندر کی طرف دھکا دیا — دروازہ تھوڑی سی چرچراہٹ کے ساتھ کھل گیا — اندر اندھیرا تھا — عنبر نے اندر جا کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا — کوٹھڑی میں کوئی انسان نہ تھا — صرف بڑے بڑے ٹاٹ کے بنڈل پڑے تھے —

اسی طرح دوسری کوٹھڑی میں بھی لوٹ مار کا سامان بھرا پڑا تھا — تیسری کوٹھڑی کا دروازہ باہر سے بند تھا — عنبر کے دل میں شک ہوا کہ شاید اسی کوٹھڑی میں ڈاکوؤں نے عمارہ کو قید کر کے باہر سے تالا لگا دیا ہے — تالا کھولنا اس کے لیے کوئی مشکل کام نہیں تھا — اس نے تالے کو ہاتھ میں پکڑ کر آہستہ سے جھٹکا دیا — تالا قبضے اور کنڈے سمیت اکھڑ کر عنبر کے ہاتھ میں آ گیا —

وہ کوٹھڑی میں آ گیا اندھیرے میں بھی اندر رکھے ہوئے مسافروں کے لوٹے ہوئے صندوق اور ریشمی کپڑوں کے تھان، چاندی کے میز، گلدان، گلاب پاش اور پلنگ پڑے تھے —



عمارہ یہاں بھی نہیں تھی — عنبر اب چوتھی کوٹھڑی کی طرف بڑھا —

وہ تیسری کوٹھڑی سے نکل ہی رہا تھا کہ ایک ڈاکو تلوار کمر میں لٹکائے جمائی لیتا اس کی طرف آ گیا اور عنبر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر رازداری سے بولا :

"چوری کرنا تھی دوست تو مجھے بھی ساتھ ملا لیتے۔ اب تمہیں مجھے بھی حصہ دینا ہو گا — نہیں تو میں ابھی سردار کو آواز دے کر بلا لیتا ہوں اور دوسرے لمحے تمہاری گردن کے بغیر لاش سمندر میں مچھلیاں کھا رہی ہوں گی "

عنبر نے آہستہ سے کہا :

"میرے ساتھ اندر آؤ —"

اور عنبر اُس تیسرے بدنصیب ڈاکو کو لے کر کوٹھڑی کے اندر آ گیا — یہ وہ ڈاکو تھے، جنہوں نے نہ جانے کتنے لوگوں کا سامان لوٹ کر اُن کے اور اُن کے بال بچوں کو ہلاک کیا تھا — ان پر کوئی بھی رحم نہیں کھا سکتا تھا۔ کوٹھڑی کے اندھیرے میں آتے ہی عنبر نے دروازہ بند کر دیا اور کہا :

"پہلے یہ بتاؤ کہ وہ لڑکی کہاں ہے جو جنگل سے ملی تھی"

ڈاکو نے کہا :

"کیا تمہیں نہیں معلوم ؟ تمہاری آواز ہمارے دوستوں ایسی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



نہیں ہے — تم، تم کون ہو؟"

اس اُلّو کے پٹھے نے بھی وہی حرکت کی جو اس سے پہلے اس کا ڈاکو بھائی کر چکا تھا — یعنی کمر کے ساتھ بندھی ہوئی تلوار نکال کر عنبر پر حملہ کر دیا —

دروازہ عنبر پہلے ہی بند کر چکا تھا — اندھیرے میں عنبر نے ڈاکو کی گردن کا نشانہ لے لیا تھا — ڈاکو نے تو اپنی تلوار پوری طاقت سے عنبر کی گردن پر دے ماری تھی اور تلوار عنبر کی گردن سے ٹکرا کر ٹیڑھی ہو گئی تھی، لیکن عنبر نے اس طرف دھیان دیے بغیر بڑے سکون کے ساتھ ڈاکو کی شہ رگ انگوٹھے اور انگلی سے پکڑی اور ایک زوردار جھٹکے سے اُسے اس کے گلے کے اندر سے باہر کھینچ لیا — اس قسم کا طریقہ عنبر نے پہلے کسی پر نہیں آزمایا تھا — یہ ایک بالکل ہی نئی بات تھی —

ڈاکو کی گردن پھاڑ کر لال لال شہ رگ کٹ کر عنبر کے ہاتھ میں آ گئی تھی اور ڈاکو پھٹی پھٹی پھیلی ہوئی آنکھوں سے عنبر کو اندھیرے میں دیکھتے دیکھتے نیچے فرش پر گر کر تڑپنے لگا تھا، کیونکہ اس کی گردن سے خون پرنالے کی طرح اُبل رہا تھا —

بمبئی نے عمارہ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا؛ بہرحال



سمجھ گیا تھا کہ عمارہ دوسری منزل میں کہیں نہیں ہے۔ اب نچلی منزل کا گودام ہی دیکھنا رہ گیا تھا —

عنبر اس قسم کے پرانے بادبانی جہازوں میں بہت سفر کر چکا تھا — وہ جانتا تھا کہ کون سا راستہ کدھر کو جاتا ہے۔ وہ بڑی آسانی سے جہاز کی نچلی منزل میں اُتر گیا۔ یہاں ایک جانب وہ ڈیک تھا جہاں ڈاکو سوئے ہوئے تھے اور خراٹے بھر رہے تھے — دوسری جانب گودام تھا — گودام کا دروازہ بند تھا اور باہر پرانی طرز کا موٹا سا تالا لگا تھا —

عنبر نے تالے کو اکھاڑ ڈالا — کیونکہ ٹوٹنے سے آواز پیدا ہونے کا خطرہ تھا — دروازہ تھوڑا سا کھول کر عنبر گودام میں چلا گیا — یہاں بھی اندھیرا تھا، مگر عنبر کی نظریں اندھیرے میں بھی تھوڑا بہت دیکھ لیا کرتی تھیں — گودام مختلف قسم کی کاٹھ کباڑ چیزوں سے بھرا ہوا تھا — دیواروں کے ساتھ ساتھ سامان کا ڈھیر لگا تھا — کونے میں اسے ایک پرانا پلنگ دکھائی دیا۔ جس پر کوئی اوندھے منہ پڑا تھا — عنبر لپک کر پلنگ کے پاس گیا —

یہ عمارہ تھی —

اس کے بال بکھرے ہوئے تھے — جسم پسینے میں تربتر تھا۔ اور وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں تھی۔ عنبر نے آہستہ سے اُسے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



بیدار کیا — عمارہ نے آنکھیں کھول کر عنبر کو دیکھا اور اس کے ویران چہرے پر خوشی کی لہریں پھیل گئیں — عنبر نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کہا:

"بولنا نہیں۔ میرے ساتھ آؤ۔"

عمارہ پہلے تو عنبر کو ڈاکوؤں کے لباس میں پہچان نہ سکی تھی، لیکن جب وہ اُس پر جھکا تو وہ اس کی آنکھوں کی چمک کو فوراً پہچان گئی — وہ پلنگ پر سے اُٹھی اور عنبر کے پیچھے پیچھے چلتی گودام سے باہر آگئی۔

ڈاکو سو رہے تھے — گھوڑے بیچ کر سو رہے تھے — اُن کے خراٹوں کی آوازیں اب چھت سے ٹکرا کر نیچے آ رہی تھیں۔ عنبر عمارہ کو ساتھ لیے سیڑھیاں چڑھ کر جہاز کی دوسری منزل کے تنگ راستے میں سے گزرنے لگا اچانک ایک کوٹھڑی کا دروازہ کھلا اور اندر سے جہاز کا سردار، خونی ڈاکوؤں کا سردار کسی کو گالیاں بکتا باہر نکلا، اس کی نظر جو عمارہ پر پڑی تو تلوار کھینچ کر گرجا:

"تم کو یہ کون اغوا کر کے لے جا رہا ہے؟"

اس نے عنبر کو اپنا ہی ڈاکو سمجھا تھا جو سردار کی امانت میں خیانت کر کے اُسے اغوا کر کے لے جا رہا تھا — سردار نے تلوار کا بھرپور وار کیا — تلوار عنبر کے سر پر لگی اور ٹیڑھی ہوگئی۔



سردار نے اپنی تلوار کو اور پھر عنبر کو حیرت سے دیکھا —

"تم نے سر پر لوہے کا توا باندھ رکھا ہے بدبخت! تیری موت آگئی ہے —"

اور سردار نے عنبر کی گردن پر تلوار کا دوسرا وار کیا۔ اس بار ڈاکوؤں کے سردار کی تلوار ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہوگئی۔ اُس نے خنجر نکال لیا —

خوش قسمتی کی بات یہ ہوئی تھی کہ سردار نے ابھی تک اپنے ساتھی ڈاکوؤں کو آواز نہیں دی تھی — اگر وہ دوسرے ڈاکوؤں کو بھی بُلا لیتا تو عمارہ کا قتل ہو جانا یقینی تھا۔ عنبر نے سوچا کہ جتنی جلدی ہو سکے اس ڈاکوؤں کے سردار کو ہلاک کر دینا چاہیے تاکہ اسے شور مچانے کا موقع ہی نہ مل سکے۔ پس جب ڈاکوؤں کے سردار نے خنجر نکالا تو عنبر نے ایک بازو اُٹھا کر اپنا بھرپور ہاتھ سردار کی گردن پر دے مارا۔

سردار کی گردن ایک دم ٹیڑھی ہوگئی — اس کی گردن کی ہڈی کئی جگہوں سے ٹوٹ گئی تھی — وہ دھڑام سے تاریک راہداری میں گر پڑا —

عنبر نے عمارہ سے کہا:

"جلدی سے اسے گھسیٹ کر اندر لے چلو —"

دونوں مل کر سردار کی لاش کو گھسیٹ کر اس کے کیبن

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



ہیں لے گئے۔

لاش کو کیبن میں بند کرکے عنبر نے اندر لالٹین میں سے مٹی کا تیل چھڑک دیا — دونوں تیزی سے باورچی خانے کی طرف گئے — وہاں مٹی کے تیل کا ڈرم پڑا تھا — عنبر نے نچلے غرشے سے اوپر آنے والا راستہ بند کر دیا تھا — پھر اس نے مٹی کا تیل سارے رستے میں پھیلا دیا اور دو پتھروں کو ٹکرا کر ایک کپڑے کے ٹکڑے کو آگ لگائی اور وہ جلتا ہوا ٹکڑا آگ پر ڈال دیا —

عنبر نے عمارہ کو ساتھ لیا اور جہاز کے لنگر پر سے اُتر کر ساتھ والے پیڈرو کے تجارتی جہاز پر عمارہ کو چڑھایا اور خود پیڈرو کو لیتے ساحل سے جنگل کی طرف بھاگا — پیڈرو نے بھی عنبر کو دیکھ لیا تھا، وہ سمجھا کہ شاید کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے جو عنبر یوں دیوانہ وار بھاگا آ رہا ہے — قریب آکر عنبر نے کہا:

"جلدی سے اپنے جہاز پر آؤ —"

پیڈرو بھی اپنے جہاز کی طرف اُٹھ دوڑا — اس وقت ڈاکوؤں کے جہاز میں سے کہیں کہیں سے دھواں اُٹھنے لگا تھا — جب یہ لوگ اپنے جہاز پر پہنچے تو ڈاکوؤں کے جہاز کے اوپر والے دروازے میں سے آگ کا ایک شعلہ بھڑک کر باہر نکل آیا — ڈاکو اندر بند ہو گئے تھے — وہ شور مچا رہے تھے اور دروازے



کو توڑنے کی کوشش کر رہے تھے —

کپتان پیڈرو نے عنبر کے ساتھ مل کر اپنے جہاز کا لنگر اٹھا دیا — اور بادبان کھول دیے — پچھلے پہر کی ہوا چلنے لگی تھی۔ اس ہوا نے بادبانوں کو پھُلا دیا اور جہاز چلنے لگا۔ دوسرے جہاز کے ڈاکوؤں نے دروازہ توڑ دیا تھا — اور جلتے ہوئے جہاز میں سے سمندر میں چھلانگیں لگا رہے تھے۔ وہ پیڈرو کے جہاز کی طرف آنے کی کوشش کر رہے تھے مگر سمندر کی لہریں انہیں قریب نہیں آنے دے رہی تھیں — ویسے بھی پیڈرو کے جہاز کی رفتار کچھ تیز ہو گئی تھی —

بہت جلد ڈاکوؤں کے جہاز کو آگ نے اپنے شعلوں کی پلیٹ میں لے لیا — اس کے بادبان پھڑکنے لگے، جیسے سمندر میں آتشبازی چل رہی ہو — عنبر، عمارہ اور پیڈرو اپنے جہاز کے عرشے پر کھڑے اس آگ کا نظارا کر رہے تھے۔ بحری ڈاکو جزیرے کے ساحل کی طرف تیرتے ہوئے جا رہے تھے۔ کئی ایک اندر ہی جل کر سیاہ ہو گئے تھے۔

پیڈرو نے کہا:

"ان لوگوں کو خدا نے ظلم کی سزا دی ہے — اب یہ اس جزیرے پر ہی باقی زندگی بسر کریں گے — کیونکہ اس طرف شاید ہی کبھی کوئی جہاز آتا ہے —"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



عنبر نے کہا :

" ہاں، ظلم کا بدلہ مل کر رہتا ہے۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ کسی پر ظلم نہ کرے —

عمارہ بڑی خوش تھی کہ اب وہ اپنے وطن جا سکے گی۔

عنبر نے پیڈرو سے پوچھا کہ اس مقام سے سپین کی بندرگاہ کا فاصلہ کتنا ہے اور انہیں وہاں تک پہنچنے میں کتنے دن لگ جائیں گے —

پیڈرو نے جہاز کی بڑی چرخی کو ایک جگہ پر سیٹ کر دیا تھا اور مضبوط رسّے کے ساتھ باندھ دیا تھا — کیونکہ وہ اکیلا آدمی تھا جسے جہاز کا رُخ بھی بدلنا تھا اور بادبانوں کا بھی خیال رکھنا تھا —

پیڈرو نے عنبر کو بتایا :

" اگر ہوا ٹھیک چلتی رہی اور راستے میں کوئی حادثہ پیش نہ آیا تو وہ پندرہ دنوں کے بعد سپین پہنچ جائیں گے " جہاز پر کئی ماہ کی خوراک اور پانی تھا — عنبر نے ناگ کے جسم کو ایک صندوقچی میں بند کر کے جہاز میں اپنے کیبن میں رکھ لیا اور جہاز نے سپین کی طرف اپنا لمبا سفر شروع کر دیا —

# کالا جادوگر اور چڑیل عورت

سمندری سفر آرام سے کٹ گیا —

جہاز سولہویں دن سپین کی بندرگاہ پر جا کر لگ گیا — عنبر کو واپسی کی جلدی تھی — وہ جتنی جلدی ہو سکے کوہ ہمالیہ کے ناگ مندر میں جا کر ناگ کے کٹے ہوئے جسم کو مقدس تالاب میں رکھنا چاہتا تھا —

عمارہ اپنے وطن سپین پہنچ گئی تھی — اب اُسے اپنے ماں باپ کے گھر تک پہنچنے میں کوئی مشکل نہیں تھی — بندرگاہ سے اُن کا گھر ایک دن کے فاصلے پر تھا — کپتان پیڈرو نے یہ ذمّے داری لی کہ وہ عمارہ کو اس کے گھر پہنچا دے گا —

عنبر نے عمارہ کو پیڈرو کے حوالے کیا اور اسی شام ایک ایسے سمندری جہاز میں سوار ہو گیا جو ہندوستان جا رہا تھا — یہ ایک پرتگالی جہاز تھا جو ہندوستان جا رہا تھا — رات کو سپین کی بندرگاہ سے روانہ ہو کر وہ دوسرے روز کھلے سمندر میں پہنچ گیا —

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



تیز ہوا کی وجہ سے جہاز کی رفتار بھی خاصی تیز تھی — جہاز کا کپتان بڑا ہنس مکھ اور خوش اخلاق تھا۔ وہ عنبر کا دوست بن گیا — عنبر نے اُسے یہی بتایا کہ وہ اپنے ایک دوست سے ملنے ہندوستان جا رہا ہے —

جہاز افریقہ، مڈغاسکر اور برما سے ہوتا ہوا ہندوستان کی بندرگاہ کالی کٹ پر جا کر ٹھہر گیا — یہی عنبر کی پہلی منزل تھی۔ کالی کٹ اُتر کر عنبر نے ایک رات ہوٹل میں قیام کیا۔ اس کے پاس ایک چھوٹی صندوقچی تھی، جس میں ناگ کی لاش پڑی تھی — ایک چھوٹی ڈلی سونے کی تھی — یہ ڈلی اُس نے بازار میں جا کر فروخت کر دی، جو رقم ملی اس کی مدد سے وہ ہمالیہ کے پہاڑوں کو جاتے راستے پر ایک قافلے کے ساتھ روانہ ہو گیا —

سات دن کے بعد عنبر ایک چھوٹے سے قصبے میں پہنچا، جہاں سے ہمالیہ پہاڑ کا سلسلہ شروع ہوتا تھا — آج سے سو برس پہلے نہ موٹر گاڑیاں تھیں نہ بسیں تھیں — مسافر خچروں وغیرہ پر یا پیدل سفر کرتے تھے —

عنبر نے ناگ کی لاش کے ٹکڑے صندوقچی میں سے نکال کر دوبارا رومال میں ڈالے اور اپنی کمر کے گرد باندھ دیے — اس خیال سے کہ صندوقچی کہیں گم نہ ہو جائے۔ جھیل مانسرور کا



ناگ مندر وہاں سے کافی دُور بلند پہاڑیوں میں تھا — وہاں تک جانے والا راستہ بڑا خطرناک تھا اور تنگ گھاٹیوں، نوکیلی چٹانوں خطرناک چڑھائیوں اور برفانی علاقوں سے ہو کر گزرتا تھا۔

عنبر کو ان سارے خطروں کا مقابلہ کرنا تھا اور وہ اس کے لیے تیار تھا — قصبے میں ایک رات بسر کرنے کے بعد دوسرے روز وہ ایک چھوٹے سے مندر میں پہنچا — وہ ناگ کے بارے میں یہاں کے کسی پجاری سے پوری معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا — ان علاقوں میں وہ ایک ہزار سال پہلے آیا تھا، مگر تب سے لے کر اب تک زمانہ بدل گیا تھا — پہلے والا مندر ڈھے چکا تھا اور اُس کی جگہ جھیل مانسرور کے کنارے ایک دوسرا ناگ مندر بن گیا تھا —

پجاری تو عنبر کو نہ ملا؛ البتہ وہاں ایک بوڑھا سادھو اسے مل گیا — جب عنبر نے اُسے بتایا کہ وہ مسلمان سیاح ہے، اور ناگ مندر کی سیر کرنا چاہتا ہے تو سادھو نے کہا:

"بیٹا، میں تمہاری ہمت کی قدر کرتا ہوں — لیکن تم مسلمان سیاح کی حیثیت سے وہاں نہیں جا سکو گے"

"پھر میں کیا کروں؟"

"میں کچھ نہیں بتا سکتا — مجھے تو صرف اتنا معلوم ہے کہ ناگ مندر میں صرف ہندو لوگ ہی جا سکتے ہیں"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



اس کے ساتھ ہی عنبر کے دماغ میں ایک خیال آیا کہ کیوں نہ وہ ہندو جوگی بن کر وہاں کا سفر کرے، پھر تو کوئی اس پر شک نہیں کرے گا اور وہ بڑے اطمینان سے اپنا مشن بھی پورا کرے گا —

عنبر وہاں سے واپس سرائے میں آگیا —

اسی روز شام کو اس نے سر منڈوا دیا — ماتھے پر سیندور کا تلک لگا — جسم کو موٹے سیاہ کمبل میں چھپایا — ہاتھ میں ترشول لیا اور ہری اوم ہری اوم کرتا ناگ مندر کے بلبے اور خطرناک پہاڑی سفر پر روانہ ہو گیا -

* * *

بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم ماریا کا حال بھی معلوم کریں —

ماریا، راجکماری کو لے کر اس کے باپ کی ریاست کے قریب پہنچ گئی تھی —

وہ ایک جنگل کی پگ ڈنڈی سے گزر رہی تھیں ———

راجکماری ایک بیل گاڑی پر سوار تھی — یہ بیل گاڑی ماریا اور راجکماری نے راستے میں ایک دیہاتی سے لے لی تھی — راجکماری بیل گاڑی چلا رہی تھی — ماریا اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی —



شام کا وقت تھا — جنگل میں اندھیرا ہو رہا تھا - ایک دریا جنگل کے ساتھ درختوں سے دور ساتھ ساتھ بہہ رہا تھا — ماریا اور راجکماری باتیں کرتی جا رہی تھیں — انہیں جنگل میں گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز سنائی دی —

ماریا نے کہا :

" خاموش، بیل گاڑی کو درختوں کے نیچے کر لو "

اس کا خیال تھا کہ وہ کچا راستہ چھوڑ دیں تاکہ جو گھوڑ سوار ادھر آرہے ہیں، وہ آگے گزر جائیں — راجکماری نے بیل گاڑی سڑک سے اتار کر گھنے درختوں میں جھاڑیوں کی اوٹ میں کر لی - بیل بڑے آرام سے کھڑا گھاس کھانے لگا — راجکماری کو لے کر ماریا جھاڑیوں کے پاس آ کر بولی :

" تم ان جھاڑیوں کے پیچھے بیٹھی رہو — میں آگے چل کر دیکھتی ہوں کہ یہ گھوڑ سوار کون ہیں "

راجکماری کو اونچی جھاڑیوں کے درمیان چھوڑ کر ماریا کچے راستے پر آکر جدھر سے گھوڑوں کی آواز آئی تھی، ادھر کو چلنے لگی — وہ ابھی چند قدم ہی چلی ہو گی کہ تین گھوڑ سوار بڑی تیزی سے گھوڑے دوڑاتے آئے اور جہاں راجکماری چھپی تھی، وہاں سے قریب ہی درختوں کے نیچے جا کر رک گئے — گھوڑوں سے اتر کر انہوں نے ایک بڑا تھیلا کھول لیا اور اس میں سے چیزیں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



نکال نکال کر دیکھنے لگے۔

ماریا واپس مڑ کر ان گھوڑ سواروں کے پاس آ کر کھڑی ہوگئی۔ وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ یہ کون لوگ ہیں اور تھیلے میں کیا دیکھ رہے ہیں۔ قریب جا کر ماریا نے دیکھا کہ ان لوگوں نے تھیلے میں سے ایک انسانی سر باہر نکال رکھا تھا۔ اور خنجر سے اس کی آنکھیں کھرچ کر نکال رہے تھے۔

ماریا ان لوگوں کے اس ظلم پر کانپ گئی۔ کس قدر پتھر دل تھے یہ لوگ۔ خدا جانے کس کا سر کاٹ کر لے آئے تھے اور اب اس کی آنکھیں نکال رہے تھے۔

ماریا نے غور سے دیکھا۔ سر کسی عورت کا تھا۔ کیونکہ سر پر لمبے لمبے بال تھے۔ ماریا کے دیکھتے دیکھتے انہوں نے عورت کے کٹے ہوئے سر کی دونوں آنکھیں نکال کر پھینک دیں اور قہقہے مار کر ہنس پڑے۔ وہ بڑے خوش ہو رہے تھے۔ یہ تینوں قاتل تھے۔ اُن کی باتوں سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کسی عورت کا ابھی ابھی سر قلم کر کے لائے ہیں۔ اتنے میں گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔

تینوں قاتل ہوشیار ہوگئے۔ ایک نے دُور درختوں کی طرف دیکھ کر کہا:

"اس کٹے سر والی عورت کا خاوند ہے۔"



"آنے دو۔" دوسرے قاتل نے تلوار کھینچ کر کہا۔

"اس کا بھی سر کاٹ کر اس کی بیوی کے سر کے ساتھ لے جا کر کھوپڑیاں فروخت کر دیں گے۔"

قتل ہو چکی عورت کا خاوند تلوار لہراتا وہاں آن پہنچا۔ اُس نے تینوں قاتلوں کو للکارا کہ وہ ان سے اپنی بیوی کے قتل کا بدلہ لینے آیا ہے۔ یہ ایک بہادرانہ کام تھا۔ ماریا اس آدمی کی بہادری کے احساس سے بڑی خوش ہوئی۔ لیکن اس کا مر جانا یقینی تھا، کیونکہ وہ اکیلا تھا۔ اور اُس کا مقابلہ تین ڈاکوؤں سے تھا جو تلوار چلانے میں ماہر تھے۔

تینوں قاتل تلواریں لے کر بے چاری مری ہوئی عورت کے خاوند پر پل پڑے۔ جھاڑی کے پیچھے چھپی ہوئی ماریا یہ خونی ڈرامہ بالکل صاف دیکھ رہی تھی۔ کیونکہ یہ ڈرامہ اس کی آنکھوں کے سامنے کھیلا جا رہا تھا۔ خاوند پر تینوں قاتل اوپر تلے حملے کر رہے تھے۔

وہ تلوار چلاتا ہوا پیچھے ہٹ رہا تھا۔ قاتلوں کا دباؤ بڑھ رہا تھا۔ وہ اس کی بھی گردن اڑانے ہی والے تھے کہ ماریا اس کی مدد کو پہنچ گئی۔

جاتے ہی پہلا کام اُس نے یہ کیا کہ ایک ڈاکو کی پیٹھ پر لات مار کر اسے زمین پر گرایا اور اس کی تلوار چھین لی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



ڈاکو کی سمجھ میں یہی آیا کہ اس کے دشمن نے لات ماری ہوگی — پھر اس نے سوچا کہ اس کا دشمن تو سامنے ہے پھر یہ پیچھے سے اس کو لات کس نے ماردی؟ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ماریا نے تلوار کا ہاتھ مار کر اس کی گردن کاٹ کر سر الگ کر دیا — خون کے فوارے چھوٹنے لگے۔

عورت کا خاوند بھی دیکھ کر ششدر سا ہوا کہ یہ گردن کس نے اڑا دی، کیونکہ اس نے تو کوئی وار نہیں کیا تھا۔ اتنے میں دوسرے قاتل کی بھی گردن کٹ کر سر نیچے گر پڑا — اب ایک ڈاکو باقی رہ گیا تھا، جس نے جنگل میں ایک طرف بھاگ کر چھپ جانے کی کوشش کی — مگر ماریا نے اس کی کوشش کو ناکام بنا دیا — اس نے دور ہی سے تلوار زور سے پھینکی — تلوار کی نوک بھاگتے ہوئے قاتل کے جسم میں اترتی چلی گئی اور وہ وہیں گر کر تڑپنے لگا۔

مقتول عورت کا خاوند حیران و پریشان کھڑا یہ سب کچھ منہ کھولے تک رہا تھا۔ وہ حیران تھا کہ یہ اپنے آپ تینوں قاتلوں کے سر کیونکر قلم ہو گئے —

ماریا اس پر اپنی آواز بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس کی خاص ضرورت بھی نہیں تھی — ماریا نے اپنا کام کر لیا تھا — وہ راجکماری کے پاس آگئی اور اُسے سارا قصہ سنایا — راجکماری نے



آہستہ سے کہا:

"تم نے قاتلوں سے اس کی بیوی کے خون کا بدلہ لے لیا۔ بڑا اچھا کیا۔"

وہ آدمی کچھ دیر اپنی بیوی کا کٹا ہوا سر اپنی گود میں رکھ کر آنسو بہاتا رہا — پھر اُس نے تینوں قاتلوں کے سر درخت کی ٹہنی کے ساتھ لٹکا دیے اور بیوی کے سر کو تھیلے میں ڈال کر واپس روانہ ہو گیا۔

اُس کے جانے کے بعد راجکماری اور ماریا نے بیل گاڑی کو جھاڑیوں کے پیچھے سے باہر نکالا اور جنگل کے کچے راستے پر ڈال دیا — آدھی رات تک وہ جنگل میں سفر کرتی رہیں — پھر راجکماری کو نیند آگئی اور ماریا نے بیل گاڑی روک دی —

وہ باقی رات آرام کرنا چاہتی تھی — راجکماری بیل گاڑی میں ہی لیٹ گئی تھی — بیل بھی آرام کرنے لگا — ماریا کو سونے کی ضرورت ہی نہیں تھی — وہ اُتر کر جنگل میں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگی —

اُس نے جنگل میں ایک سادھو کو دیکھا جو ایک درخت کے نیچے آسن جمائے آنکھیں بند کیے خدا کی عبادت کر رہا تھا۔ ماریا اس کے قریب جا کر بڑی دلچسپی سے دیکھنے لگی —

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



سادھو کی بند آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ جسم بھوک اور فاقوں سے سوکھ کر کانٹا بن گیا تھا — سر کے بالوں میں مٹی جمی تھی — یوں لگتا تھا، جیسے یہ سادھو یہاں کئی سالوں سے اسی طرح بیٹھا خدا کی یاد میں مگن ہے — اس قسم کی عبادت ماریا کی سمجھ میں نہیں آتی تھی —

پرانے زمانے کے آریا ہندو سادھو اسی طرح جنگلوں میں عبادت کیا کرتے تھے۔ ماریا اسے نہیں سمجھتی تھی — وہ جھک کر سادھو کی آنکھوں کو دیکھنے لگی۔

اچانک سادھو کے ہونٹ ذرا سے ہلے اور مدھم آواز آئی:

"بیٹی کیا دیکھ رہی ہو؟"

ماریا تو اچھل کر دو گز دور جا کھڑی ہوئی۔ اس زندہ لاش نے مجھے کیسے دیکھ لیا۔ وہ سوچنے لگی۔ اس کی اس سوچ کا بھی جیسے سادھو کو پتا چل گیا تھا — اس کے ہونٹ پھر ہلے اور وہی آواز پھر بلند ہوئی:

"بیٹی، میں تمہیں ہر جگہ دیکھ سکتا ہوں — میں تمہیں اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں جب ابھی تم اس دنیا میں پیدا نہیں ہوئی تھیں اور اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں جب تم اس دنیا میں نہیں ہوگی — تم ماریا ہو اور اپنے دو بھائیوں عنبر اور ناگ سے بچھڑی ہوئی ہو — لیکن دیوتا تم پر خوش ہیں — کیونکہ تم



صرف انسانی ہمدردی کے لیے ایک ماں باپ سے بچھڑی ہوئی لڑکی کو اس کے گھر چھوڑنے جا رہی ہو۔"

ماریا کا سارا راز اس سادھو پر کھل چکا تھا — ماریا ہاتھ باندھ کر کھڑی ہوگئی اور بولی:

"سادھو مہاراج، کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ میرے بھائی عنبر اور ناگ اس وقت کہاں ہیں؟"

سادھو نے کہا:

"صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ عنبر اس وقت ہمالیہ کی طرف پہاڑوں میں اکیلا سفر کر رہا ہے اور وہ ایک جوگی کے حلیے میں ہے اور اس کی جیب میں تمہارے بھائی ناگ کی کٹی ہوئی لاش ہے —"

"لاش؟" ماریا نے چیخ کر کہا۔

"ہاں، مگر وہ سانپ کی شکل میں ہے اور عنبر اسے جھیل مانسرور کے عظیم ناگ مندر لے جا رہا ہے تاکہ ناگ کی لاش کو چھ ماہ تک مقدس تالاب کے پانی میں رکھا جا سکے۔"

ماریا نے سر پکڑ لیا:

"اوہ — خدایا، تو کیا ناگ کو کسی نے قتل کر دیا تھا؟"

سادھو نے کہا:

"ں، اس کی موت ابھی نہیں لکھی تھی، اسی لیے وہ بچ گیا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



"میں بہت جلد حبر سے جا کر ملنا چاہتی ہوں۔"

سادھو نے کہا:

"تم اپنے وقت پر ہی وہاں جا سکو گی — ابھی تمہیں اس راجکماری کو اس کے ماں باپ کے پاس پہنچانا ہے۔ اب تم جاؤ اور مجھے عبادت کرنے دو۔"

سادھو خاموش ہو گیا — ماریا واپس آ گئی۔

وہ ناگ کے بارے میں سن کر پریشان ہو گئی تھی۔ اس نے راجکماری سے کوئی بات نہ کی — جب وہ سو کر اٹھی تو انہوں نے بیل گاڑی پر اپنا سفر پھر سے شروع کر دیا۔

بارشوں کا موسم ابھی شروع نہیں ہوا تھا، نہیں تو ان جنگلوں میں سے گزرنا بہت مشکل تھا — بیل گاڑی راجکماری اور ماریا کو لے کر چھ روز کے بعد گھنے جنگلوں سے باہر نکل آئی — سہ پہر کا وقت ہو گیا تھا۔ سامنے ہرے بھرے کھیت پھیلے تھے، جن کے درمیان ایک کچا راستہ دور ایک شہر کی فصیل کی طرف جاتا تھا —

راجکماری نے شہر کی فصیل کو دیکھ کر خوش ہو کر کہا:

"یہی میرا شہر ہے — اس شہر کے اندر میرے باپ کا محل ہے۔"

ماریا کو بھی یہ سن کر تسلی ہوئی، کیونکہ وہ جلد سے جلد راجکماری



کو اس کے ماں باپ کے حوالے کر کے اپنے سفر پر روانہ ہونا چاہتی تھی — بیل گاڑی شہر کے دروازے پر پہنچی تو چوکیداروں اور پہرہ دینے والے سپاہیوں نے راجکماری کو پہچان کر نعرے لگانے شروع کر دیے۔

مہارانی اور مہاراجہ کو جب پتا چلا کہ ان کی بیٹی واپس آ گئی ہے تو وہ خوشی خوشی محل سے نکل آئے اور بیٹی کو گلے لگا لیا۔

مہاراجہ نے پوچھا:

"بیٹی، تم نے اتنا لمبا اور خطرناک سفر اکیلے کیسے طے کیا؟"

راجکماری نے کہا:

"میں اکیلی نہیں تھی پتا جی، یہ — یہ میرے ساتھ ہیں۔"

راجکماری نے یوں ہی ایک طرف اشارا کیا — اس کا خیال تھا کہ ماریا وہاں ہی کھڑی ہو گی — مگر ماریا وہاں پر نہیں تھی۔ وہ تو راجکماری کو شہر میں داخل ہوتا دیکھ کر وہاں سے واپس ہو گئی تھی —

وہ اکیلی کھیتوں میں چلی جا رہی تھی — اب اس کی منزل ہمالیہ کے برفانی پہاڑوں کی وادی تھی — اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ اتنا خطرناک، لمبا اور مشکل سفر اکیلی کیسے طے کرے گی۔ مگر اس کے دل میں حوصلہ تھا — ہمت تھی — اس نے ارادہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



کر رکھا تھا کہ وہ ہر حالت میں عنبر کو جا کر عظیم ناگ دیوتا کے مندر میں ضرور ملے گی۔

راجکماری کی ریاست سے نکلتے ہی ماریا شمالی پہاڑی راستے پر ہو گئی۔ یہ راستے اُوپر ہمالیہ کے پہاڑی سلسلوں کی طرف جاتے کافی عرصہ گزرا کہ ماریا عنبر کے ساتھ ان راستوں پر سے گزری تھی۔ اب وہ ان راستوں کو بھول چکی تھی۔

یہ ہندوستان کے بڑے ہی خطرناک جنگل تھے۔ ان جنگلوں میں شیر، چیتے، ڈاکو اور اژدہا بہت تھے۔ یہ ہمالیہ کی ترائی کا علاقہ کہلاتا تھا۔ اور یہاں کے شیر، ہاتھیوں اور جن بھوتوں کا نام سُن کر لوگ کانوں پر ہاتھ رکھتے تھے۔

ماریا کے لیے ان جنگلوں میں سے پیدل گزرنا بہت مشکل کام تھا۔ سواری یہاں کبھی کبھی کوئی بیل گاڑی جاتی ہی مل سکتی تھی یا کوئی گھوڑا یا خچر مل جائے۔ کہ جس میں بیٹھ کر کچھ راستہ طے ہو جائے۔

ماریا دن کے وقت راجکماری کی ریاست سے نکلی تھی اور اب دوپہر ہو رہی تھی۔ بھوک پیاس تو اُسے نہ لگتی تھی۔ ہاں اب ایسا ضرور ہوتا تھا کہ وہ کبھی کبھی تھک جاتی تھی۔ پیدل چلتے چلتے وہ تھک گئی تھی۔

راستے میں ایک پہاڑی چشمہ آیا۔ اوپر گھنے اُونچے سایادار



درخت تھے۔ بانس کے جھنڈ دُور دُور کھڑے تھے۔ ماریا کچھ دیر آرام کرنے کے لیے یہاں رُک گئی۔

اس نے یہاں کپڑے دھوئے۔ نہائی۔ کپڑے سُکھا کر پہنے۔ بال نچوڑ کر ان میں کنگھی کی اور تھوڑی دیر کے لیے سو گئی۔

جب سو کر اُٹھی تو دھوپ ڈھل چکی تھی۔ شام کا اندھیرا بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ ایک درخت کے ساتھ اناس لگے تھے۔ ماریا کو یہ پھل بہت پسند تھا۔ اُس نے ایک اناس توڑ کر کھایا اور یہ سوچ کر پھر آگے روانہ ہوئی کہ رات ہونے سے پہلے پہلے کچھ اور سفر طے کر لے۔

رات اُسے اسی گھنے جنگل میں آ گئی۔

جنگل کی رات بہت جلد چھا جاتی ہے اور بڑی ڈراؤنی ہوتی ہے۔ لیکن ماریا ان جنگلوں کی راتوں کی عادی تھی۔ وہ افریقہ کے گھنے جنگلوں میں راتوں کو اکیلی سفر کر چکی تھی۔ پھر بھی وہ ایسے جنگلوں میں راتوں کو مجبوری کی حالت میں ہی سفر کیا کرتی تھی۔

اس نے ایک ندی دیکھی جس پر ایک جگہ ایک چٹان نے سایا ڈال رکھا تھا۔ اس چٹان پر جنگلی انگوروں کی بیل چڑھی تھی۔ یہاں بڑی ٹھنڈک تھی۔ چٹان کے پیچھے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



کے نیچے تھوڑی سی جگہ خالی تھی، جہاں چھوٹی چھوٹی گھاس اُگی ہوئی تھی — ماریا کو یہ جگہ بہت پسند آئی —

وہ آرام کرنے کے لیے یہاں رُک گئی —

رات کا اندھیرا پھیل گیا — سارا جنگل درختوں پر بسیرا کرتے اور دُور دُور سے اپنے گھونسلوں کو واپس آتے پرندوں سے گونج اُٹھا —

کچھ دیر بعد یہ آوازیں خاموش ہوگئیں — سارا جنگل سنسان ہوگیا — پرندے اپنے اپنے گھونسلوں میں سوگئے — ماریا کو بھی نیند آنے لگی اور وہ بھی سوگئی —

آدھی رات کو اچانک اُس کی آنکھ کھُل گئی — نیند میں اس نے ایسی آواز سُنی تھی، جیسے کوئی اُڑن طشتری زمین پر اُتری ہو — آنکھیں کھُلتے ہی کیا دیکھتی ہے کہ آسمان ستاروں سے بھرا ہوا ہے اور ایک کالا بدشکل آدمی اس کے قریب دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے کھڑا ستاروں کو تک رہا ہے — اس کے حلق سے گھرگھر کی عجیب سی آوازیں نکل رہی ہیں وہ کوئی منتر پڑھ پڑھ کر آسمان کی طرف پھُونک رہا ہے —

ماریا اُس کے قریب ہی سوئی ہوئی تھی — مگر اس نے ماریا کو نہیں دیکھا تھا —

شکل صورت سے یہ کوئی مکروہ جادوگر لگتا تھا جو کالے علم کے منتر پڑھ رہا تھا —

جوں جوں اُس کی آواز بلند ہو رہی تھی اس کا قد بھی بڑھ رہا تھا — وہ لمبا ہوتا جا رہا تھا — یہاں تک کہ وہ درختوں سے بھی لمبا ہوگیا اور ماریا کو ایسا محسوس ہوا، جیسے اس کے ہاتھ ستاروں کو چھُو رہے ہوں — ماریا کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے — اس قسم کی جادوگری اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی —

پھر آہستہ آہستہ کالے جادوگر کا قد چھوٹا ہونے لگا اور اصلی لمبائی پر آگیا — جادوگر خاموش ہوگیا تھا۔ اس کے سر کے بال کھڑے ہوگئے تھے — آنکھوں سے روشنی کی تیز لکیر نکل کر آسمان کی طرف جا رہی تھی — ماریا بڑے غور سے اُسے دیکھ رہی تھی کہ یہ کس چیز پر جادو کر رہا ہے اور کیا چاہتا ہے۔ ایک بات کی ماریا کو تسلی تھی کہ کالا جادوگر اُسے دیکھ نہیں سکتا تھا —

جب جادوگر نے دونوں ہاتھ نیچے کر لیے تو آسمان پر سے ایک سیاہ بَلا نیچے جنگل پر اترتی نظر آئی — یہ بَلا ایک بہت بڑے پرندے کی شکل کی تھی، جس کی چونچ گدھ ایسی تھی اور سرخ آنکھوں میں جیسے انگارے دہک رہے تھے۔ اس بلا نے پنجوں میں ایک ٹوکرا تھام رکھا تھا، جس کے اندر ایک چڑیل

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



کی شکل والی عورت بیٹھی تھی —

اس چڑیل عورت کی ناک آگے سے مڑی ہوئی تھی اور آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں — اس کے گلے میں بچوں کی کھوپڑیوں کا ہار تھا —

بلا پرندہ جنگل میں آکر درختوں کے اوپر پر پھیلا کر رک گیا — جنگل پر ایک چھت سی پڑ گئی — چڑیل عورت نیچے اتر آئی — اس نے کالے جادوگر کے آگے سات بار جھک کر کورنش ایسی آواز میں کائیں کائیں کرتے ہوئے کہا :

" میرے آقا، میں حاضر ہوں — حکم کرو — کیا کسی بچے کی گردن کاٹ کر لانی ہے ؟ کیا کسی بچے کی آنکھیں نکال کر لانی ہیں ؟ حکم کرو —"

اور چڑیل عورت قہقہہ لگا کر ہنس دی —

اس کے قہقہے کی آواز بڑی مکروہ تھی — لیکن چڑیل عورت بھی ماریا کو نہ دیکھ سکی تھی — جو اس سے ذرا فاصلے پر کھڑی تھی —

کالے جادوگر نے کہا :

" سنو، ہمالیہ کے پہاڑوں میں تبت کے شہر لاسہ میں جاؤ وہاں ایک نیلی آنکھوں والا شالانگ نام کا لڑکا اپنے باپ کے ساتھ رہتا ہے — مجھے ایک خاص جادو کے لیے اس کی



نیلی آنکھیں نکال کر لا دو —"

ماریا کالے جادوگر کا یہ ظالمانہ حکم سن کر تڑپ اٹھی — اسی وقت اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ چڑیل عورت کو ایسا نہیں کرنے دے گی —

چڑیل عورت نے جادوگر آقا کا حکم سن کر قہقہہ لگایا، اور کہا :

" جو حکم میرے آقا، میں ابھی تبت جا کر شالانگ کی آنکھیں نکال کر لاتی ہوں —"

کالے جادوگر نے کہا :

" میں تمہارا اسی جنگل میں انتظار کروں گا۔ جاؤ۔ تمہارا راستہ لمبا ہے — یہ کام کیے بغیر آؤ گی تو میں تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا —"

چڑیل عورت نے کہا :

" نہیں آقا نہیں۔ میرے ٹکڑے نہ کرنا — میں بچے کی آنکھیں ضرور لاؤں گی — مجھے کوئی نہیں روک سکتا —"

اور چڑیل چھلانگ لگا کر ٹوکرے کے اندر بیٹھ گئی — ماریا نے بھی فوراً چھلانگ لگائی اور ٹوکرے کی دوسری طرف ہو کر جا کھڑی ہوئی —

اُسے نہ کالا جادوگر دیکھ سکا اور نہ چڑیل عورت کو پتا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



چل سکا۔

ماریا نے ویسے بھی ہمالیہ کے پہاڑی علاقے کی طرف ہی جانا تھا۔ تبت ہمالیہ کے پہاڑوں میں واقع تھا۔

چڑیل نے زور سے چیخ ماری۔

رات کے اندھیرے میں سارا جنگل دہل گیا۔ پرندے نے اپنے پر پھڑپھڑائے، جس سے تیز ہوا کا جھونکا درختوں کو دہرا کر گیا۔ اس کے ساتھ ہی پرندہ آسمان کی طرف اڑ گیا۔

ماریا ٹوکرے کے کونے میں بیٹھی تھی۔ چڑیل عورت ٹوکرے کے اوپر پرندے کے نوکیلے پنجوں کے درمیان کھڑی تھی اور اس کے سیاہ بال ہوا میں لہرا رہے تھے۔

پرندہ اپنے جہاز ایسے پَر زور زور سے پھڑپھڑاتا آسمان پر اڑا چلا جا رہا تھا۔ اُس کی رفتار بے حد تیز تھی۔ ماریا نے نیچے دیکھا۔ جنگل پیچھے رہ گئے تھے۔ اب ایک دریا گزر رہا تھا۔ دریا بھی پیچھے رہ گیا اور اب چھوٹے چھوٹے پہاڑوں اور چٹانوں کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔

چڑیل عورت کسی وقت زور سے چیخ مار کر پرندے کے پنجوں پر دانت سے کاٹ دیتی تھی۔ پرندہ بلبلاتا اور اپنی رفتار اور تیز کر دیتا۔



# اندھا کنواں

راتوں رات چڑیل عورت ہمالیہ کے پہاڑوں میں پہنچ گئی۔

ماریا نے ٹوکرے میں سے نیچے جھانک کر دیکھا۔ رات کے اندھیرے میں پہاڑوں پر جمی ہوئی برف صاف دکھائی دے رہی تھی۔ یہ ہمالیہ کے پہاڑوں کا سلسلہ تھا۔

عنبر ناگ کی کٹی ہوئی لاش کو لے کر انہی پہاڑوں کے ناگ مندر میں کسی جگہ آنے والا تھا۔ لیکن ماریا سب سے پہلے اس بچے کو چڑیل کے ظلم سے بچانا چاہتی تھی، جس کی نیلی آنکھیں نکالنے کے لیے کالے جادوگر نے اس چڑیل کو یہاں بھیجا تھا۔

دیو ایسے پرندے نے زمین کی طرف اُترنا شروع کر دیا۔ پہاڑ قریب آ رہے تھے۔ ایک وادی دکھائی دی، جہاں برف کے میدان تھے۔ اور درمیان میں ایک جگہ درختوں کا جھرمٹ تھا۔ چڑیل نے پرندے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نیچے کی جانب

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



اشارہ کر کے کہا :

"اچھا جھرمٹ میں چلو۔"

پرندہ درختوں کے درمیان ایک خالی جگہ پر اُتر آیا۔ چڑیل ٹوکرے سے باہر آ گئی۔ ماریا بھی باہر نکل گئی۔ چڑیل کو ماریا کی بالکل خبر نہ ہو سکی۔ چڑیل عورت نے پرندے کی طرف بازو اٹھا کر کہا۔

"چلے جاؤ۔ تمہاری ضرورت ہو گی تو بُلا لوں گی۔"

پرندہ اُڑ گیا۔ چڑیل عورت اندھیرے درختوں کے جھرمٹ میں اکیلی رہ گئی۔ مشرق کی طرف اُونچے ہمالیہ کے پہاڑ کھڑے تھے جن پر برف جمی تھی۔ سردی بے حد زیادہ تھی۔ بڑی یخ ہوا چل رہی تھی، مگر سردی نہ تو چڑیل کو لگ رہی تھی اور نہ ماریا کو۔

چڑیل نے درختوں کی طرف دیکھا۔ دُور ان درختوں میں چند ایک گول چھتوں والے مکان نظر آ رہے تھے۔ چڑیل نے مکروہ انداز میں ہنس کر اپنے آپ سے کہا :

"انہی گھروں میں وہ نیلی آنکھوں والا لڑکا شالانگ رہتا ہے۔ وہ مجھ سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ اُس کی خالہ نیپال گئی ہوئی ہے۔ میں اس کی خالہ بن کر اس سے ملوں گی۔"

اور چڑیل نے قہقہہ لگایا۔ درختوں پر ایک دہشت سی



طاری ہو گئی۔

ماریا کسی طرح اُڑ کر شالانگ کے گھر پہنچ جانا چاہتی تھی۔ مگر وہ دو ایک فرلانگ سے زیادہ نہ اڑ سکتی تھی۔ اُس نے اندازہ لگایا تو بستی کے مکانوں کا فاصلہ اتنا ہی تھا۔ پس ماریا نے ہوا میں ایک زور دار چھلانگ لگائی۔

اس نے ہوا میں اُڑنا شروع کر دیا۔ جیسے کوئی آسمان کی طرف گیند اُچھالتا ہے اور وہ گیند آسمان پر آدھا دائرہ بناتی آگے جا کر گر پڑتی ہے۔ بالکل اسی طرح ماریا ایک فرلانگ کے فاصلے پر جا کر زمین کی طرف گرنے لگی۔ ماریا نے اپنے آپ کو سنبھالا اور بستی کے مکانوں کے درمیان اُتر گئی۔

ایک دو مکانوں کی چمنیوں میں سے دھواں اُٹھ رہا تھا۔ جیسے اندر کھانا یا قہوہ تیار ہو رہا تھا۔

ماریا نیلی آنکھوں والے لڑکے کا گھر نہیں جانتی تھی۔ اُسے لڑکے کا نام ضرور یاد تھا۔ وہ چڑیل کے پہنچنے سے پہلے پہلے نیلی آنکھوں والے لڑکے کے گھر والوں کو خبردار کر دینا چاہتی تھی۔ اس بچے کی ماں نہیں تھی، باپ ہی اُسے پال رہا تھا۔ ماریا نے ایک مکان میں جھانک کر دیکھا۔ اندر کوئی نیلی آنکھوں والا چھوٹا بچہ وہاں نہیں تھا۔

وہ دوسرے اور تیسرے مکان میں گئی۔ وہاں بھی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



ایسا بچہ نہیں تھا —

چھٹے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک بوڑھی عورت نے دروازہ کھول دیا — اس نے باہر جھانک کر دیکھا — سخت ہوا کا جھونکا اس کے منہ سے ٹکرایا — اس نے دیکھا کہ باہر تو کوئی بھی نہیں ہے — ماریا حالانکہ وہاں کھڑی تھی لیکن اُسے نظر نہیں آ رہی تھی —

بوڑھی عورت کچھ حیران سی ہوئی — پھر یہ سوچ کر کہ شاید یہ ہوا کے تھپیڑے کی شرارت تھی، وہ دروازہ بند کر کے واپس ہونے لگی تو ماریا اس سے پہلے مکان کے اندر جا چکی تھی —

ماریا نے دیکھا کہ ایک نیچی چھت والے کمرے میں لکڑی کے فرش پر بہت بڑا لحاف بچھا ہے، جس کے اندر کونے میں نیلی آنکھوں والا شالانگ اپنے باپ کے پاس بیٹھا خدا کی عبادت کر رہا ہے —

ماریا نے آگے بڑھ کر اس کی آنکھوں کو دیکھا — وہ بہت خوش ہوئی — اس بچے کی آنکھیں نیلی تھیں — اس کی عمر سات آٹھ سال سے زیادہ نہ تھی اور چہرہ بڑا معصوم تھا — بوڑھی عورت بچے کی دادی تھی — بچے کا باپ بچے کے ساتھ ہی لحاف میں بیٹھا ہوا تھا —

اُس نے دادی سے پوچھا :



"اماں، باہر کون تھا؟"

دادی نے کہا :

"ہوا تھی شاید —"

باپ نے کہا :

"قہوے کے لیے پانی رکھ دو"

پھر اُس نے خدا کی عبادت کرتے اپنے بچے کی پیشانی چوم کر کہا :

"شالانگ بیٹا، اب دُعا مانگو —"

دونوں باپ بیٹا دُعا مانگنے لگے — ماریا کو ثبوت مل گیا کہ یہی شالانگ ہے — وہ اس گھر میں ایک طرف کھڑی ہو گئی اور دروازے کی درزوں میں سے باہر صبح کی ہلکی ہلکی سفید دُھند میں چڑیل کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگی — جو اس بچے کی نپال والی خالہ کے رُوپ میں چلی آ رہی تھی —

ماریا نے سوچا کہ کیوں نہ وہ چڑیل خالہ کے آنے سے پہلے ہی ان لوگوں کو اس کے مکر سے خبردار کر دے — مصیبت یہ تھی کہ وہ اُنہیں دکھائی نہیں دے سکتی تھی — اور اگر وہ انہیں آواز دیتی تو ہو سکتا تھا کہ وہ لوگ ڈر کر گھر سے بھاگ جاتے اور یوں چڑیل کے قابو میں آ سکتے تھے، لیکن وقت کم تھا اور ماریا کو یہ خطرہ ہر حالت میں مول لینا ہی تھا —

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



اُس نے شالانگ کے باپ کے قریب جا کر آہستہ سے کہا :

"میں تمہاری بہن کی رُوح ہوں — میری بات غور سے سُنو —"

پہلے تو شالانگ کے باپ کو یقین نہ آیا کہ اس نے کوئی آواز سُنی ہے — لیکن جب ماریا نے دوسری بار فقرہ دہرایا تو شالانگ کا باپ اُچھل کر پرے ہٹ گیا — اس کی ماں نے گھبرا کر پوچھا :

"کیا ہوا بیٹے ؟"

"اماں، تم نے آواز نہیں سُنی ؟"

"کون سی آواز ؟"

ماریا نے کہا :

"اماں، تم بھی غور سے سُنو — میں تمہاری بیٹی کی رُوح ہوں اور تمہیں خبردار کرنے آئی ہوں کہ ابھی ایک عورت تمہاری بہن کی شکل بنا کر تمہارے گھر میں آنے والی ہے — وہ مکار چڑیل جادوگرنی ہے اور تمہارے پوتے کی آنکھیں نکالنے آ رہی ہے۔"

دادی کا رنگ سفید پڑ گیا — اس نے جُھک کر اشلوک پڑھے اور آسمان کی طرف دیکھ کر کہا :

"اے خدا، مجھے اس بدروح سے بچانا۔"



پھر اپنے بیٹے کی طرف دیکھ کر بولی :

"بیٹا، شالانگ کو لے کر دوسرے گھر میں بھاگ جا — میں ابھی اس بدروح کی خبر لیتی ہوں — میں اشلوک پڑھ کر اس بدروح کو جلا ڈالوں گی — جلدی کرو، بھاگو۔"

وہی ہوا، جس کا ماریا کو ڈر تھا — یہ لوگ اُسے بدروح سمجھ بیٹھے تھے —

شالانگ کا باپ بیٹے کو دوئی کی توشک میں لپیٹ کر مکان سے باہر بھاگ گیا اور اس کی ماں نے اگربتیاں اور لوبان سلگا کر اونچی آواز میں اشلوک پڑھنے شروع کر دیے — اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی اور باہر سے آواز آئی :

"بیلاگ بہن دروازہ کھولو، میں وغالا ہوں، تمہاری نیپال والی بہن۔"

اماں نے اپنی چھوٹی بہن کی آواز صاف پہچان لی — وہ لپک کر دروازے کی طرف گئی اور دروازہ کھول دیا — اُس کا چہرہ اپنی بہن کو دیکھ کر کھل اُٹھا — ماریا نے دیکھا کہ چڑیل عورت ایک ادھیڑ عمر تبتی عورت کی شکل میں گرم سموری ٹوپی سر پر پہنے دروازے میں کھڑی مسکرا رہی تھی —

ایک بار تو ماریا بھی دھوکا کھا گئی اور یہی سمجھ بیٹھی کہ یہ چڑیل نہیں، بلکہ ضرور اس عورت کی بہن ہے —

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



اماں نے اپنی بہن دغالا کو گلے لگا لیا — اسے اندر لاکر بٹھایا — اور پوچھا کہ وہ اچانک کیسے آگئی؟ چھوٹے بھائی کا کیا حال ہے؟

وہ عورت چونکہ چڑیل تھی، اس لیے اس کے گھر کے ایک ایک آدمی اور عورت سے باخبر تھی اور سب کا حال اسے جادو کے زور سے معلوم تھا۔

اس نے جب نیپال میں رہنے والے اماں کے بھائی اور دوسرے رشتہ داروں کا ٹھیک ٹھیک حال پتا بتایا تو اماں کو ایک پل کے لیے بھی یہ شک نہیں پڑ سکتا تھا کہ وہ اس کی بہن نہیں بلکہ چڑیل ہے۔

ماریا تو سر پکڑ کر رہ گئی — اس نے سوچا کہ اب کسی دوسرے طریقے سے بچے کی جان اس چڑیل سے بچانی چاہیے

چڑیل عورت نے شالانگ کا پوچھا تو اس کی آنکھوں میں ایک خاص چمک آگئی — اس نے آگے بڑھ کر شالانگ کے بستر پر پڑی ہوئی اس کی اونی ٹوپی اٹھا کر کہا:

"اسے تم نے صبح صبح سردی میں بغیر ٹوپی کے باہر کیوں بھیج دیا۔"

شالانگ کی دادی نے کہا:

"کیا بتاؤں بہن، ابھی ابھی ایک بدروح یہاں آئی تھی۔"



"بدروح —" چڑیل چونکی —

"ہاں بدروح تھی — میری بیٹی کی روح بن کر آئی تھی اور کہہ رہی تھی کہ ابھی ایک عورت تمہارے گھر میں تمہاری چھوٹی بہن دغالا کی شکل بدل کر آئے گی — اس سے خبردار رہنا — وہ چڑیل ہوگی۔"

اتنا سننا تھا کہ چڑیل کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی — وہ اچھل سی پڑی کہ یہ روح کون ہے جو اس کا راز فاش کرنے اس سے پہلے وہاں پہنچ گئی ہے —

چڑیل کا روحوں پر کوئی اختیار نہیں تھا — وہ پریشان سی ہوگئی — کیونکہ اگر وہاں کوئی سچ مچ کی بدروح آگئی تھی تو پھر اس کے لیے شالانگ کی آنکھیں نکالنا مشکل بھی ہو سکتا ہے — اس نے زبردستی قہقہہ لگا کر کہا:

"میلاگ بہن، آج کل تبت میں بدروحیں بڑی عام ہو گئی ہیں اور وہ لوگوں کو طرح طرح کی باتیں کرکے ڈراتی پھرتی ہیں — بھلا میں کوئی چڑیل ہوں؟"

اس کی بڑی بہن نے چڑیل عورت کو اپنی بہن سمجھ کر گلے لگا لیا اور بولی:

"چڑیل ہو تمہاری دشمن، تم تو میرا خون ہو — میری اپنی پیاری بہن ہو — دیوتاؤں کا شکر ہے کہ تم سے اتنے دنوں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



بعد اچانک ملاقات ہوئی۔"

چڑیل خالہ نے دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ اس عورت کے دل سے شک دُور ہو گیا تھا۔ اُس نے بالوں ہی باتوں میں پوچھا۔

"شالانگ بیٹا کہاں ہے، اس کا باپ کہاں ہے؟"

بڑی بہن نے کہا:

"میں بدروح کو بھگانے کے لیے چلّہ کرنے لگی تھی، اس لیے دونوں کو ساتھ والے گھر میں بھجوا دیا تھا۔"

چڑیل خالہ ہنسنے لگی:

"کوئی بات نہیں۔ میں وہیں جا کر اپنے پیارے بھانجے سے مل لوں گی۔ اصل میں جب بھی میں آؤں تو یہی جی چاہتا ہے کہ اپنے نیلی آنکھوں والے شہزادے بھانجے کو سب سے پہلے دیکھوں۔"

بڑی بہن کہنے لگی:

"آؤ وہیں چلتے ہیں۔ بدروح بھاگ گئی ہے شاید۔ اس کی آواز پھر نہیں سنائی دی۔"

دونوں مکان سے نکل کر گلی کی برف پر چلتی ہوئیں تیسرے مکان میں داخل ہو گئیں۔ ماریا بھی ان کے ساتھ تھی۔ اب وہ شالانگ کی دادی اور باپ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔



اس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ وہ اس چڑیل کو ہلاک کر کے شالانگ کی زندگی بچا لے گی۔ اور پھر عنبر کی تلاش میں ناگ مندر جائے گی۔

تیسرے مکان میں چڑیل خالہ نے شالانگ کی نیلی آنکھوں اور سر کے سنہری بالوں کو دیکھا تو بڑی خوش ہوئی۔ یہی اُس کا شکار تھا۔ اسی بچّے کی اُس نے نیلی آنکھیں نکال کر کالے جادوگر کو جا کر دینا تھیں۔

کالے جادوگر کے وہ قبضے میں تھی۔ اس کے حکم کو وہ کبھی نہ ٹال سکتی تھی۔ کیونکہ وہ اُسے جلا کر بھسم کر سکتا تھا۔ اس وقت دن نکل آیا تھا۔

چڑیل جادوگرنی نے سوچا کہ آدھی رات کو جب گھر کے سارے لوگ سو رہے ہوں گے تو وہ شالانگ کی آنکھیں نکال کر فرار ہو جائے گی۔

ماریا بھی چوکس ہو گئی تھی۔ وہ شالانگ کی نگرانی کر رہی تھی۔

ماریا کے دل میں خیال آیا، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی طاقت کا چڑیل پر کوئی اثر ہی نہ ہو اور وہ اس کے دیکھتے دیکھتے معصوم بچّے کی آنکھیں نکال کر لے جائے۔

ایک دم سے ماریا نے دوسرا فیصلہ کر لیا۔ کیوں نہ وہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



خود شالانگ کو وہاں سے اُٹھا کر پہاڑوں میں لے جائے اور بچے کو کسی محفوظ جگہ پر چھپا کر واپس آئے اور چڑیل کا مقابلہ کر کے اُسے ہلاک کرنے کی کوشش کرے — یہ اچھا خیال تھا — اس میں کم از کم معصوم بچے کی آنکھیں بچ جاتی تھیں —

ماریا ساتھ والے گھر میں گئی — شالانگ کا باپ باہر گیا ہوا تھا — اس کی دادی اپنی نقلی بہن کی آؤ بھگت کرنے میں لگی تھی اور چڑیل بہن مکار آنکھوں سے شالانگ کو دیکھ رہی تھی — جو قریب ہی لحاف پر بیٹھا لکڑی کی سلیٹ میں میخ ٹھونک رہا تھا — چڑیل اُسے آنکھوں سے دُور نہیں ہونے دیتی تھی۔ کہتی یہ تھی کہ اُسے بچے سے بڑی محبت ہے — اصل میں وہ شالانگ کو نگاہوں سے اس لیے اوجھل نہ ہونے دیتی تھی کہ کہیں وہ اِدھر اُدھر بھاگ نہ جائے —

ماریا کو ایک ترکیب سُوجھی — اس بستی کے ساتھ ہی پہاڑی ڈھلان پر ایک برف کا تودہ رُکا ہوا تھا۔ وہ اپنی جگہ پر جم گیا تھا — ماریا نے پہاڑی پر جا کر اس تودے کو اپنی جگہ سے ہلا دیا تو وہ ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ رینگنے لگا۔ ساری بستی میں شور مچ گیا کہ برف کا پہاڑ گرنے والا ہے۔ بھاگو بھاگو —

شالانگ کی دادی اور خالہ بھی اپنے مکان سے شالانگ کو



لے کر باہر نکل آئیں — وہاں شور مچ گیا — چڑیل خالہ نے اس افراتفری میں شالانگ کی آنکھوں پر چھپٹا مارنا چاہا مگر ماریا نے اُسے دھکا دے کر ہر بار پرے گرا دیا — شالانگ کے باپ نے بچے کو ایک چٹان کے اُوپر بٹھا دیا اور کہا:

"شالانگ بیٹا، یہاں سے نیچے مت اترنا —"

اور خود اماں اور چڑیل خالہ کو لے کر سامان نکالنے لگا۔ برف کا تودہ رینگتا چلا آ رہا تھا — اس کے رینگنے سے بڑی بھیانک گونج پیدا ہو رہی تھی —

ماریا کے لیے یہ سنہری موقع تھا — وہ ہوا میں اڑتی ہوئی چٹان کی دوسری طرف سے اُوپر آ گئی — اس نے آتے ہی شالانگ کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا — شالانگ ایک دم گہری نیند سو گیا — پھر اُس نے اُسے اٹھایا اور چٹان کے اوپر سے دوسری جانب چھلانگ لگا کر ہوا میں اُڑنا شروع کر دیا۔ وہ شالانگ کو لے کر ایک پہاڑی غار میں آ گئی — اس غار میں سخت اندھیرا تھا —

ماریا شالانگ کے لیے کوئی اچھی پناہ گاہ تلاش کر رہی تھی — غار آگے جا کر بند ہو گئی — اس کی چھت پر ایک چھجہ سا باہر نکلا ہوا تھا — ماریا نے شالانگ کو اس چھجے کے اوپر لٹا دیا اور خود غار سے باہر نکل کر اس کے منہ پتھروں سے بند

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



کر دیا — صرف اتنی جگہ خالی رکھی کہ اندر سے تازہ ہوا جاتی رہے —

اس کام سے فارغ ہو کر وہ واپس بستی کی طرف چل پڑی بستی میں جا کر اُس نے دیکھا کہ پہاڑی ڈھلان پر برف کا تودہ اپنے آپ رُک گیا تھا اور بستی والے واپس اپنے اپنے مکانوں میں آ گئے تھے، مگر شالانگ کے گھر میں کہرام مچا تھا — کیونکہ شالانگ گم ہو گیا تھا — اس کی دادی اور باپ غم کے مارے بُرا حال تھا — چڑیل بھی بے حد پریشان تھا — وہ تو اس لیے پریشان تھی کہ اس کا شکار اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اور اب اُسے اپنی جان کا خطرہ تھا کہ اگر بچے کی نیلی آنکھیں لیے بغیر واپس گئی تو کالا جادوگر اسے زندہ نہیں چھوڑے گا — چڑیل پریشانی کی حالت میں اِدھر اُدھر پھر رہی تھی اور شالانگ کو آوازیں دے رہی تھی — دل میں وہ سمجھ گئی تھی کہ یہ سارا کارنامہ اسی بدروح کا ہے — جو اس کے مقابلے پر آ چکی ہے۔ چڑیل چپکے سے شالانگ کے گھر سے کھسک گئی — وہاں اب اُسے کیا لینا تھا — وہ شالانگ کو پہاڑوں میں تلاش کرنا چاہتی تھی —

چڑیل بستی سے دُور آ گئی — یہاں آ کر اُس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور ہوا میں اڑنا شروع کر دیا — ماریا بھی



ایک ایک فرلانگ کی چھلانگ لگاتی اس کے پیچھے پیچھے چل دی — چڑیل کو جیسے شالانگ کی بُو آ رہی تھی — وہ سیدھی کھڈ کی طرف آ گئی — کھڈ میں اُترتے ہی اُس نے غار کی طرف چلنا شروع کر دیا — غار کا منہ پتھروں سے بند تھا۔ چڑیل نے پتھروں کو ناک لگا کر سونگھا اور چیخ کر کہا:

"میرے آقا، تمہارا شکار اسی غار میں ہے —"

اور پھر وہ دیوانوں کی طرح زور زور سے قہقہے لگانے اور ناچنے لگی —

"کہاں ہو تم اے بدروح، تم ہار گئی ہو — میں جیت گئی — میں کالے پانیوں کی چڑیل ہوں — تم میرا مقابلہ نہیں کر سکتیں، تم ہار گئیں —"

چڑیل بال کھولے سر کو ہلا ہلا کر قہقہے لگا رہی تھی۔ اب وہ اصل چڑیل کی شکل میں سامنے آ گئی تھی — اس کی صورت دیکھ کر خوف آتا تھا —

چڑیل غار کے منہ پر رکھے ہوئے پتھروں کو ہٹانے لگی۔ ماریا نے سوچا کہ اگر یہ اندر چلی گئی تو بچے کی زندگی خطرے میں ہو گی — اُسے کسی نہ کسی طرح بچانا چاہیے —

یہ سوچ کر وہ غار کے پتھروں کے درمیان سے گزر گئی — وہ ایک روح کی طرح ہر شے کے اندر سے گزر سکتی تھی۔ غار

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK



میں داخل ہوتے ہی ماریا بھاگ کر شالانگ کے پاس پہنچی۔ وہ چھت کے ساتھ باہر کو اُبھرے ہوئے پتھر پر اسی طرح بے ہوش پڑا تھا — ماریا نے پوری طاقت کے ساتھ غار کی سامنے والی دیوار کو ٹھوکر ماری۔

دیوار میں ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ شگاف پڑ گیا اور دوسری طرف سے ہلکی ہلکی روشنی آنے لگی۔

ماریا نے شالانگ کو گود میں اٹھایا اور شگاف کے اندر داخل ہوگئی — اسے کچھ خبر نہیں تھی کہ دوسری طرف کیا ہے۔ مگر وہ ہر حالت میں چڑیل کے پنجے سے بچے بچانا چاہتی تھی۔ اس کے پیچھے چڑیل بھی پتھروں کو ہٹا کر غار میں داخل ہو گئی تھی — اُسے بچے کی بڑی تیز بُو آ رہی تھی۔ وہ غار کے آگے آئی تو دیکھا کہ ایک شگاف دیوار میں بنا ہوا ہے جس میں سے روشنی آ رہی ہے — چڑیل بھی اس شگاف میں سے گزر گئی۔

دوسری جانب ایک پتھروں سے بھرا ہوا تنگ سا راستہ دو اُونچے اُونچے پہاڑوں کے بیچ میں سے جاتا تھا۔ ماریا اس راستے پر لمبی لمبی چھلانگوں کی صورت میں اُڑتی چلی جا رہی تھی۔ چڑیل نے بھی پیچھے اُڑنا شروع کر دیا۔

ماریا کو اپنے پیچھے چڑیل کے بھیانک قہقہے سنائی دے



رہے تھے — اس کے دونوں جانب پہاڑ اس قدر بلند تھے کہ ان کی چوٹیاں آسمان کو چھوتی دکھائی دے رہی تھیں — چڑیل کے بھیانک قہقہوں سے پہاڑوں میں زبردست گونج پیدا ہو رہی تھی —

اس گونج کی وجہ سے ایک جگہ پہاڑ کے اُوپر سے برف کی ایک چٹان اکھڑ کر نیچے ایک خوف ناک دھماکے کے ساتھ آن گری۔ راستہ بند ہوگیا — ہر طرف برف ہی برف بکھر گئی۔ ماریا کے لیے اس برف کی چٹان کے اندر سے گزرنا کوئی مشکل کام نہ تھا — وہ چٹان کے اندر سے گزر گئی — اُس نے صرف اتنا کیا کہ چٹان سے گزرتے وقت شالانگ کو اپنے بازوؤں میں چھپا لیا — کیونکہ برف کی چٹان کا اندر کا حصہ بے حد سرد تھا —

آگے پھر وہی پتھریلا راستہ تھا اور ارد گرد پہاڑوں کی بلند چوٹیاں تھیں — نہ جانے یہ راستہ کہاں جا کر ختم ہوتا تھا اور کدھر کو جا رہا تھا — ماریا بھاگی جا رہی تھی — چڑیل بھی چٹان کے اُوپر سے اڑ کر آگے آگئی تھی اور اب بچے کی بُو کے پیچھے پیچھے اُڑتی چلی آ رہی تھی —

بہت آگے جا کر پتھریلا راستہ ایک پرانے اور ویران پہاڑی مندر میں داخل ہوگیا — اس مندر میں گھُپ اندھیرا تھا اور پتھر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK


کی سیڑھیاں نیچے جاتی تھیں۔
ماریا بچے کو لے کر سیڑھیاں اُتر گئی۔ آگے ایک دالان آگیا، جہاں اُونچے اُونچے پتھر کے ستون تھے۔ ماریا ان ستونوں سے گزر کر آگے گئی تو ایک اندھا کنواں آگیا۔ ماریا کو اپنے پیچھے دُور چڑیل کی بھیانک آواز اب بھی سُنائی دے رہی تھی۔
چڑیل اُس کا برابر پیچھا کر رہی تھی۔ آگے کوئی راستہ نہیں تھا۔ ماریا نے کنویں میں چھلانگ لگا دی۔ وہ پرندے کے ہلکے پھلکے پر کی طرح کنویں کے اندر اترتے چلی گئی۔ کنویں میں روشنی بالکل نہیں تھی۔ وہ نیچے ہی نیچے چلی جا رہی تھی اور اس کے پاؤں زمین پر نہیں لگ رہے تھے۔
چڑیل کی آواز بہت دُور سے آتی سُنائی دے رہی تھی۔

- کنویں کے نیچے کیا تھا؟
- چڑیل عورت کی موت کیسے ہوئی؟
- عنبر ناگ کی لاش لے کر کس حالت میں ناگ مندر پہنچا؟
- ماریا عنبر سے کہاں اور کیسے ملی؟
- کیا ناگ پھر زندہ ہو سکا؟

ان سوالوں کے جواب آپ کو اگلی قسط ۱۱
"شاہ بلوط کا خزانہ" میں ملیں گے۔ اپنے قریبی بک سٹال سے طلب کیجیے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

قدم قدم حیرانی، ہر موڑ پر نئی کہانی

نیا سلسلہ

# عمران ریحان ایڈونچر

- دو دوست دُنیا کے سفر پر پیدل گھر سے نکلے
- سنسنی خیز واقعات اور حیرت انگیز حالات سے گزرتے ہُوئے اُن کا یہ دلچسپ اور معلوماتی سفر ایک مُلک سے دوسرے مُلک تک جاری رہتا ہے۔
- اِس سفر میں اُن کا واسطہ خطرناک جنگلات، تپتے ریگستانوں، پُراسرار گلی کوچوں کے آسیبی مکانوں اور غیر مُلکی جاسوسوں کے جال سے پڑتا ہے۔
- ایڈونچر، سسپنس، سراغرسانی، جاسوسی اور معلوماتی سفر کا انتہائی دلچسپ سلسلہ!

مُصنّف: اے حمید

1. لنڈی کوتل کا بھوت
2. مفرور قیدی
3. ہینڈز اَپ
4. ہیروں کے چور
5. شاہی تاج کی چوری
6. خُونی راز

مکتبہ اِقرأ
۱۴-بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور